

جلد حقوق محفوظ ہے

# شیعی علمی تاریخی مصایبین

شیعی علمی الرحمۃ کے بعض علمی تاریخی مصایبین کا مجموعہ

مرتبہ

شیعی عبد الرحمن شوقی مرسری  
جسکو

کریمین مرحوم تحریر کتب

کشیدی بازادہ گلور

**سلسلہ علمیں مسنوں و علمیں اطفال کی بہترین کتابیں**  
**مصنفہ و مؤلفہ فشنی عبدالرحمان شوق انگریزی**  
**(جن کو اپنی بہترین نویسیت کے لحاظ سے)**  
**ڈاکٹر ان پلیک انڈسٹریشن نے**

اپنی سکولز لائبریریوں اور انعامی کتب کے لئے خرید فرمایا ہے  
 جنیں اخلاقی ادبی عام فہم مضایں اور سلیں عبارت کی عمدگی کی جیتیں ہیں

**ناظام ان اسلامی انجمنوں نے**

اپنے اپنے نصاب تعلیمیں شامل کیا ہے۔  
 (جن کی ہر طرح کی خوش اسلوبی و مصنف کی دماغی محنت کے صدیں)

**علیہا السلام** سکم صاحبہ فرماؤے بھوپال نے

ہر ایک کتاب کی دو دو سو جلدیں خرید فرمائیں کے مصنف  
 کو مبلغ دو ہزار کے عطیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔

(باقی مضمون صفحہ ۱۲۸ پر ملاختہ ہو)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُوَلَّا شَلَّی اللّٰہُ عَلٰیہِ وَاٰلِہٖہِ وَسَلَّمَ

ہمارے علماء اور ائمکے فرائض

اس مضمون کو مولانا شبی علیہ الرحمۃ نے ندوۃ العلماء کے اجلاس اول ۱۸۹۵ء کے لئے لکھا۔ جناب صدر انجمن ووگیر بزرگان قوم ا۔ آج اس وقت مجھے کو جس مضمون پر تقریر کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ زمانہ موجودہ کے لحاظ سے ہمارے علماء کے فرائض کیا ہیں۔ یعنی زمانہ موجودہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے علماء پر کیا ذمہ دار یا نہیں۔ ملک اور جماعت اسلامی کا ان پر کیا حق ہے؟ قوم کے لئے ان کو کیا کرنا ہے؟ اور اس وقت تک انہوں نے قوم کے لئے کیا

کیا ہے؟

یہ سوالات نہایت اہم ہیں اور کچھ شہر نہیں۔ کہ جماعت اسلام کی بہبودی کا بہت کچھ بلکہ تمام دارودار انہی سوالات پر ہے۔  
اے حضرات! جس زمانے میں پہلاں اسلامی حکومت قائم کھنی۔ اس وقت قوم کے دینی اور دنیوی دولوں قسم کے معاملات علماء کے ہاتھ میں تھے۔ سماز و روزہ وغیرہ کے احکام تباہ نے کے لئے علاوہ علماء ہی ان کے مقدمات فصیل کرتے تھے۔

علماء ہی جرائم پر حدود تعزیر کی سزا دیتے تھے۔ علماء ہی قتل و قصاص کے احکام صادر کرتے تھے۔ غرض قوم کی دین و دنیا دولوں کی عنابر اختیار علماء کے ہاتھ میں تھی۔ اب جبکہ القاب حکومت ہو گیا۔ اور دنیوی معاملات گورنمنٹ کے قبضہ اختیار میں آگئے۔ تو ہم کو دیکھنا چاہئیے کہ قوم سے علماء کا کیا تعلق باقی ہے۔ یعنی گورنمنٹ نے کس قدر اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے ہیں۔ اور کس قدر باقی رہ گئے ہیں۔ جو درحقیقت علماء کا حق ہے سادہ جس میں دستِ انداز می کوئی خود گورنمنٹ کو مقصود نہیں ہے۔

علماء کی موجودہ حالت۔ ان کی علت نشینی۔ بلکہ بے پرداہی

لے عالم طور پر یہ یقین دلا دیا ہے۔ کہ ان کو جو تعلق قوم سے باقی رہ گیا ہے۔ وہ صرف مذہبی تعلق ہے۔ یعنی یہ کہ صرف نہایت روزہ وغیرہ کے مسائل بتا دیا کریں۔ باقی معاملات ان کے دسترس سے باہر ہیں۔ اور ان کو ان معاملات میں دستیت اندازی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ خیال غلط اور محض غلط ہے ۴

گورنمنٹ نے جو حقوق اپنے لئے مخصوص کر لئے ہیں بے شبهہ علماء کو ان سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ لیکن وہ حقوق ہیں کیا! مالکداری کا وصول کرنا۔ امن و امان کا فائیم رکھنا۔ دینوں کے معاملات کے فیصلہ کے لئے عدالتیں کا فائیم کرنا۔ عمدہ و اڑن ملکی کا مقرر کرنا۔ یہ اور خاص اسی قسم کے امور ہیں جو گورنمنٹ نے اپنے اختیار میں لئے ہیں۔ لیکن قوم کی زندگی کے اجزاء صرف اسی قدر نہیں ہیں ۵

قوم کی اخلاقی زندگی جو تمام ترقیوں کی جڑ ہے۔ قوم کی علمی حالت جس پر ترقی اور تنزل کا مدار ہے۔ قومی مرکسم دوستورات جس سے قوم بنتی یا بگڑی ہے۔ اور رب سے زیادہ قوم کی دماغی زندگی یعنی خیالات کی وسعت۔ بلند حوصلگی

روشن فضمیہ ری - آزاد خیالی - ان تمام اوصاف کے سر پر شہری  
 ہمارے علماء اور علماء کی تلقین و مہابت ہے - شادی و بیان  
 و عینہ کی وجہ سر فاقہ رسیدیں جنہوں نے سینکڑوں ہزاروں  
 خاندان تباہ کر دئے ہیں ۔ گورنمنٹ کا ان پر کچھ زور نہیں چل سکتا  
 لیکن الحمد للہ اس گئی گذری حالت میں بھی علماء کو قوم پر وہ اختیار  
 حاصل ہے ۔ کہ آج اگر یہ بزرگ مشفق ہو کر کمریتہ ہو جائیں ۔  
 تو تمام ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک یہ  
 خانہ برانڈائز میں لکھت محدود م ہو جائیں ۔ قوم کے اخلاق جو  
 روز بروز تباہ ہو جاتے ہیں ۔ گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی تعلیم  
 مطلقاً اس کی اصلاح نہیں کر سکی ۔ اور نہ کر سکتی ہے لیکن اگر  
 علماء آمادہ ہوں ۔ اور مناسب تدبیروں سے کام لیں ۔ تو قوم  
 میں پھر وہ اخلاقی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں ۔ جو سود و سورس پلے  
 موجود تھیں ۔ الحا اور دہریت کی طرف میدان جو روز بروز عام  
 سرما جاتا ہے ۔ اس کاروکنا اگر گورنمنٹ کو ممکن ہوتا ۔ تو وہ  
 زیادہ نہیں ۔ تو مذہب عیسوی کو تو اس سے محفوظ رکھ سکتی ۔  
 لیکن ہمارے علماء اگر معقول طریقے پر اس کو روکنا چاہیں ۔ تو  
 حسی طرح اس کا قلع و قمع کر سکتے ہیں ۔ جس طرح یونانی فلسفے

کے پھیلنے کے وقت امام غزالی امام رازی؟ - قاضی عضید ابن اسد نے زندقہ والحداد کا استقبال کر دیا تھا۔ ان بالتوں سے ظاہر ہوا ہو گا۔ کہ قوم کی زندگی کا بہت بڑا جھٹہ اب بھی علماء ہی کا حق ملکیت ہے۔ اور وہ ہی اس جھٹہ کے فرمائزے کے کامل الاختیار ہیں۔ یا ہو سکتے ہیں

غرض اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ علماء کو قوم پر اب بھی رہنا یہت وسیع اختیارات حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان اختیارات کے حاصل ہونے کی شاند علماء کو ضرورت نہ ہو۔ لیکن قوم کو اس کی ضرورت اور سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ علماء جب تک قوم کے خیالات قوم کے اخلاق۔ قوم کے دل و دماغ۔ قوم کی معاشرت۔ قوم کی تمدن۔ غرض قومی زندگی کے تمام بڑے بڑے حصول کو اپنے قبضہ اختیار میں نہ لیں گے۔ قوم کی ہرگز ترقی نہیں ہو سکتی ۴

لیکن ان اختیارات کے ہاتھ میں یعنی کے وقت علماء پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوں گی۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو میں علمائے حال کے فرض سے تعین کرتا ہوں جو میرے مضمون کا عنوان ہے۔ چنانچہ ان فرائیض کو میں یہ دفعات ذیل بیان

کرتا ہوں ۔

علماء کا سب سے بڑا فرض یہ ہے ۔ کہ وہ ایک محبوبی قوت پیدا کریں یعنی ستمام بندوقستان کے علماء میں ایک خاص رشتہ انتخاب قائم ہو ۔ تمام علماء ایک دوسرے کے نہم سے مقام سے حالات سے واقف ہوں ۔ آپس میں خط و کتابت ہو ۔ ممتحنہ با انسان امور میں تسامم علماء مشاہد اور احتصواب سے کام لیں ۔ کبھی کبھی وہ صرف اجتماع اور انتخاب کی غرض سے ایک جگہ جمیع ہو جایا کریں ۔ اور اس مقصد کے لئے ندوۃ العلماء سے زیادہ عمدہ موقع نہیں مل سکتا ۔ اے حضرات ! علماء کے باہمی اتفاق کی نسبت بار بار کہا جا چکا ہے ۔ اور اگر مجھے کو بھی یہ کہنا ہوتا ۔ تو کچھ ضرورت نہ تھی ۔ کہ جو مضمون سینکڑوں دفعہ پامال ہو چکا ہے ۔ میں بھی اس کا اعادہ کروں ۔ لیکن مجھے کو ایک خاص پہلو کی طرف خیال لانا ہے ۔

ہے ۔

اتفاق و انتخاب کا جو طریقہ اب تک لوگوں نے بیان کیا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ تمام علماء مسائل حقیقت میں ہم مذہب اور اسمہ خیال ہو جائیں । اور اس وقت رہائیت اعلیٰ درجہ کا اتفاق و انتخاب قائم ہو جائے گا ۔

لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کیا ایسا اتفاق کسی زمانے میں کبھی ہوا ہے؟ صحابہ رضوان اللہ علیہم کے مبارک زمانے میں جبکہ تمام مسلمان کتفیں واحدۃ تھے۔ کیا مسائل میں اختلاف آرائے تھا؟

جس شخص نے صحیح ترمذی مطالعہ کی ہے۔ اور قریبہ مرسلا کے متعلق اس کے نزاجم ابواب دیکھئے میں۔ کیونکہ اس بدیہی واقعہ سے اکارکر سکتا ہے؟

وضو۔ تیسم۔ قرأۃ۔ اور شماز کے دیگر واجبات و سمن کے متعلق کیا تام صحایہ۔ ہر مسئلہ میں فاطمۃ مشفق الراے تھے جو کون ایسا غلط دعوے کر سکتا ہے۔ لیکن کیا ان اختلاف سائل کی وجہ سے ان میں کسی قسم کی کدوڑت تھی؟ کسی طرح کا رنج تھا؟ کسی طرح کی اجنبیت تھی؟ حاشا للہ کبھی نہیں ہرگز نہیں + ✓

اس سے معلوم ہوا۔ کہ استحاد و اتفاق کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اپس میں کسی طرح کا اختلاف رائے نہ ہو۔ اس لئے سہم کو استحاد و اتفاق کی حدود متعین کر لینی چاہئیں۔ یعنی اختلاف والاتفاق کے دائرے الگ الگ ہوں۔ ایک عالم کو کسی مسئلہ میں دوسرے

سے اختلاف ہے۔ تو اختلاف کا اثر اُسی مسئلہ تک محدود ہے  
یہ نہ ہو کہ اس اختلاف کی وجہ سے اور تمام تعلقات بھی متقطع  
ہو جائیں۔ جو اختلاف سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اس کی نہایت  
عمردہ مثال امام بن حارثی اور امام مسلم کا واقعہ ہے۔ امام مسلم  
حدیث معتبر کے شرائط التصال میں امام بن حارثی سے اختلاف رکھتے  
تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب میں امام بن حارثی کا مذہب بیان کر کے  
کہا ہے۔ کہ یہ مذہب محض لغو اور باطل ہے۔ اور اس قابل  
نہیں کہ اس کے رو کی طرف توجہ کی جائے۔ لیکن با وجود اسکے  
جب امام بن حارثی سے ملنے گئے۔ تو نہایت محبت اور تعظیم سے  
آن کی پیشانی چومی اور کہا۔ کہ دَعْنِي اَقْبَلَ رَحْلَكَ۔ یعنی اجازت  
دیجئے۔ کہ میں آپ کے پاؤں چوموں ۔

قرون اولے میں اسی اصول پر عمل تھا۔ یعنی اختلاف و  
اتفاق کی جدا جد احادیث میں تھیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ اس زمانے میں  
با وجود اختلافات کے استحاد و اتفاق کا زور پوری طرح فاٹکم تھا۔  
صحابہؓ بیوں مسائل میں مختلف الرائے تھے۔ لیکن عام اتحاد  
و اتفاق میں اختلاف کا برتوک نہ تھا۔ قرن ثانی اور اوائل قرن  
تمالت کا بھی یہی حال تھا۔

اسی اختلاف رائے کی صورت سے ندوہ دعوے کر سکتی ہے  
 کہ انگریزی مدارس میں عربی و فارسی کا نصاہب تعلیم جو اس وقت  
 اپنی کی حالت میں ہے۔ اس کی اصلاح کر دی جائے۔ اور  
 گورنمنٹ کو اس دعویٰ پر بہت کچھ لحاظ ہو گا ۔  
 ندوہ دعوے کر سکتی ہے کہ جس طرح قدیم زمانے میں  
 عدالت صدر میں مفتی مسائل کے لئے قاضی و مفتی مقرر کئے  
 جاتے تھے۔ وہ قاعدہ نئے سرے فائم فائیم کیا جائے ۔  
 ندوہ کو اس وقت یہ قوت حاصل ہو گی کہ جماعت اسلام اس  
 کی مددیوں کی پابند ہو۔ اس کے فتوؤں کے آگے سر جھکائے  
 اس کے فیصلوں سے سرتاہی نہ کر سکے۔ اس صورت میں ندوہ  
 قوم کو تمام بہیودہ مراسم سے خلاف شرع بالوں سے۔ ناجائز امور  
 سے بزور روک سکتی ہے۔ یہ زور ملوار کا نہیں ہو گا۔ بلکہ ایسا  
 شریعت کا اور اتفاق باہمی کا ۔  
 لیکن یہ قوت اس طرح نہیں حاصل ہو سکتی ہے کہ سال  
 میں ایک دفعہ ندوہ نے اجلاس کر لیا۔ اشتتہارات کا ڈھنڈورا  
 پڑ کر ہاہروالوں کو جو حقیقت سے ناواقف رکھتے۔ بلا لیا۔  
 علماء عاجزی سے۔ تعارض سے۔ خوشنامہ سے۔ سفارش سے

مجلس میں مشرکب ہو گئے۔ ندوہ اگر یوں ہوئی۔ تو سمجھ یجھے کہ اور  
انجمتوں کی طرح وہ بھی نثر کا ایک مشاعرہ ہے ۔  
ندوہ کو یہ قوت اس وقت حاصل ہوگی۔ جب تمام علماء اس  
کو اپنادا فی کام سمجھیں۔ بغیر کسی درخواست کے۔ تفاصل کے  
منت کے۔ دُور دُور سے سفر کر کے آئیں اور سال بھر اس کی  
اوھیہ بن میں رہیں۔ کس قدر افسوس کی بات ہے۔ کہ اہل حدیث  
اور احساف میں لڑائی ہو کر مقدمہ عدالت تک جائے۔ تو بن  
بلائے دلو فرقی کے علماء سینکڑوں کو س سے دوڑے ہوئے  
آئیں۔ اور ندوہ میں بلا یا جائے۔ تو متشمبوں کو وہ خوشامد میں  
کرنی پڑیں۔ جو کسی تقریب میں میپران کو مہماں کے بلانے میں  
کرنی پڑتی ہیں۔ جس قوم کو اختلاف کی باتوں میں وہ شیفیتگی ہو۔ اور  
اتفاق میں یہ بے پر ولی اور بے دلی ہو۔ اس کا خدا ہی حافظ  
ہے ۔

حضرت! ندوہ کے قالب میں جو روح ہے۔ آپ اُس کا  
اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ مجلس صرف ایک برس سے قائم ہے  
ابھی تک اس نے کوئی عملی کارروائی نہیں کی ہے۔ اتفاق کا کوئی جلوہ  
علاویہ نہیں ہوا۔ تاہم اس نے وہ اثر اور زور پیدا کر لیا ہے

جو اور مجلسوں کو باوجود مدت بائے دراز اور دنیوی وجہاں توں کے  
اب تک حاصل نہیں ہوا ہے

اس کی ایک پکار پر کہاں کہاں سے لبیک کی صدائیں آئیں  
کس قدر دور و دور از مسافتیں کو طے کر کے لوگ پہاں تک پہنچے  
لوگوں کی زگاییں کس ادب کس جوش کس محبت سے اس پر پڑ رہی  
تھیں ہے

اب یہ امر علماء کے ہاتھ میں ہے کہ ندوہ کو اس بلند درجے  
پر پہنچا میں۔ جو اس کے رب تبے کے شایاں ہے ہے۔ یا خدا نخواست  
ن الگانی سے - غفلت سے - رشک سے - خلط فہمی سے اس  
طرح برداود کر دیں۔ جس طرح قوم کی تمام اور کوششیں ن الگانی سے  
برداود ہوئی رہی ہیں ہے

دوسری بہت بڑا فرص جو علماء پر ہے۔ وہ اس دہریت اور الحاد  
کے اثر کاروکنائے ہے۔ جوانح کل یورپ میں پھیل کر ہندوستان  
کی طرف پڑھتا آتا ہے۔ غالباً اس معن کے پھیلنے سے کسی  
کو انکار نہیں ہے ہے

گفتگو جو کچھ ہے وہ علان کے طرز و طریقے میں ہے یہیں  
میرے نزدیک ہم کو اس بات میں نیادہ خوشن و فکر کی حاجت

نہیں ہے۔ یہ بھاری پہلے بھی ایک دفعہ اسلامی حاکم میں چھپی  
چکی ہے۔ اور اطباء کے شریعت یعنی علمائے سلف کا علانج  
اس کے درفعہ کرنے میں کارگر ثابت ہوا ہے ۔

عباسیوں کا زمانہ تھا۔ کہ فلسفہ یونانی کا ترجمہ ہوا۔ اور ساتھ  
ہی چاروں طرف الحاد کی ہوا چل گئی۔ اکثر فقہاء اور بعض محدثین  
نے اس کا پہلے علانج تجویز کیا۔ کہ سرے سے فلسفہ پڑھایا جائے  
یہاں تک کہ علم کلام کو بھی اس لحاظ سے ممنوع قرار دیا۔ کہ اس  
میں عقیدت کی آمیزش تھی۔ امام شافعیؓ کا قول ہے ۔

کَحْكَمَ فِي أَهْلِ الْكَلَامِ إِنْ يَضُرُّ لَوْا بِالْجُرِيدِ وَلِطَافَ بِهِمْ فِي  
الْقِبَائِلِ يَعْنَى أَهْلِ كَلَامٍ كَمَا يَعْنَى مِيرَايِيَةً فِي صِلَدٍ هُوَ  
كُوْدَرَى رَجَائِلَ يَعْنَى جَائِيَنْ . اُور قِبَائِلَ میں ان کی تشهیر کی جائے  
اس علانج نے بمحاط حالت موجودہ کسی قدر خامدہ دیا۔ یعنی بعض  
نیک دل فلسفہ پڑھنے والے رک گئے۔ لیکن پورا لفظ نہ ہوا کیونکہ  
سینکڑوں ہزاروں مسلمان منظر، و فلسفہ پڑائیے فلسفیت ہو گئے تھے  
کہ اس کو بالکل نہ چھوڑ سکتے تھے۔ آخر علماء نے دوسرا علانج سوچا  
یعنی فلسفے کے مسائل پر اطلاع حاصل کر کے فلسفے کے رو  
کے۔ لیے علم کلام ایجاد کیا۔ اس علانج کے مجوز امام غزالیؓ

امام رازیؑ - ابن رشد - فاصلی عصمه وغیرہ سختے - اور واقعی ان کی یہ  
تدبیر نہایت کارگر نکلی - اسی کا اثر ہے کہ اگرچہ درس نظامیہ میں  
تمام علوم و فنون سے زیادہ منطق و فلسفہ کی کتابیں زیر درس ہیں  
تاہم نہیں عقائد کو ان سے کچھ ضرر نہیں پہنچتا ہے  
ہمارے زمانے میں بھی اس مرض نے طصور کیا ہے - اور  
پہلی قسم کا علاج بھی یہو چکا ہے - اب اگر وہ علاج مفید ثابت ہو  
تو فہما - ورنہ دوسری قسم کا علاج شروع کیا جائے اور امام غزالیؓ  
اور امام رازیؓ کی رو حیث تازہ کی جائیں ہے  
ترکی حکومت میں اس ضرورت کو تسلیم کر کے علامہ حسین جسیر  
نے جو تمام روم و شام میں علوم و پنیہ و عقلیہ کا استاد تسلیم کیا جاتا  
ہے - ایک کتاب تصنیف کی - جس کا نام حمیدیہ ہے - تمام مسلمانوں  
نے اس تصنیف کی نہایت قدر کی - اور خود سلطان المعظم  
خلد اللہ دولتہ نے علامہ نذکور کو اس کتاب کے صلے میں سہب  
کچھ صلے اور عطیے عنایت کئے - یہ کتاب ترکی زبان میں بھی ترجمہ  
کی گئی اور عام طور پر اس کا رداح ہو گیا ہے - میں نے اس کتاب  
کو دیکھا ہے - اور اگرچہ میرے نزدیک وہ موجودہ صورت کے  
لئے ناکافی ہے - تاہم اس بات سے مسترت ہوتی ہے کہ

اس لئے ایک عمدہ کام کی بنیاد دالی ۔ یہ دوسری کا فرض ہے کہ اس بنیاد پر مضبوط اور مستحکم عمارتیں بنائیں ہے تیسرا مر جس کی طرف میں علماء کی توجہ اگل کرنا چاہتا ہے ملک علم اسلامیہ کے درس و تدریس میں وسعت پیدا کرنے ہے ۔ حضرات اس امر سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ پچاس سالہ برس سے ہماری علمی حالت بر برت نسل کی طرف چڑھ رہی ہے جس وجہ کے علماء پچاس برس پہلے موجود تھے ۔ اس زمانے کے بعد اس درجہ کے علماء نہیں پیدا ہوئے ۔ اور ما بعد میں جس رتبے کے علماء پیدا ہوئے ۔ اُس زمانے کے بعد اس درجہ کے بھی پیدا نہیں ہوئے ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب ۔ شاہ عبدالغفار صاحب ۔ مفتی محمد یوسف صاحب ۔ مولوی فضل حق صاحب جیسے علماء پیدا ہونے اب کو یانا ممکن معلوم ہوتا ہے ۔ بلکہ اب تو بھی تو قع نہیں کہ مولوی عبدالمحی صاحب مرحوم ۔ مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم ۔ مولانا احمد علی صاحب مرحوم جیسے بزرگ بھی قوم میں پیدا ہوں ۔ تصنیفات کا یہ حال ہے کہ عربی زبان میں اب بہت کتنا بیں بکھی جاتی ہے ۔ اُردو زبان میں جو کئی بیں بکھی جاتی ہے ۔ وہ بھی کچھ محققانہ نہیں ہوئیں

بلکہ صرف چند نزاعی مسئللوں کے متعلق ادھر ادھر کی خوشہ چینی مدد فی  
ہے۔ پھر کیا اس کی یہ وجہ ہے کہ اب علوم عربی کی قدر وافی نہیں  
رہی۔ اور ان علوم کے پڑھنے والوں کو مناصب اور عہدے  
نہیں ملتے۔ سیکن ذرا غور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ اس  
بات کی وجہ نہیں ہو سکتی۔

خدا کا شکر ہے۔ اور ہم اس پر فخر کرتے ہیں کہ مسلمانوں  
نے علم کو کبھی تخلیل دولت کے لئے نہیں پڑھا۔ زادہ علماء  
کسی زمانے میں بہت دولتمہد یا صاحب جاہ منصب تھے؟  
ملاظام الدین۔ ملا حسن۔ ملا کمال۔ شاہ ولی اللہ صاحب  
شاہ عبدالعزیز صاحب کو کوئی دولت و تردد حاصل تھی۔  
پھر کیا اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ علوم کی تخلیل کے سامان  
کم نہیں! یہ بھی صحیح نہیں۔ اب جس کثرت سے ہندوستان کے  
ہر گوٹے میں عربی مدارس موجود نہیں۔ پہلے کبھی نہ تھے۔ جس قدر  
کتے ہیں اب جھپٹ کر شائع ہو گئیں۔ اگلے زمانے میں کسان  
وستیاب ہوئی تھیں۔ سفر کے وسائل اور ذرائع جیسے اب  
آسان ہو گئے میں پہلے کب تھے؟  
پھر کیا اس کی یہ وجہ ہے کہ یہ اخیر زمانہ ہے۔ اور اس

بُرے زمانہ کا اختصار ہی یہ ہے کہ اگلی سی ہمتیں اور اگلی سی حوصلہ مند یاں زمانے سے مفقود ہو جائیں؟ لیکن اگر ایسا ہے تو زمانہ نہام دنیا کو محیط ہے۔ اس لئے دنیا کے ہر گوشے میں ایسی ہی پستی اور ایسا ہی تنزل پایا جانا چاہئے۔ حالانکہ دنیا کے ہر حصوں میں علوم و فنون کی بہار آ رہی ہے۔ میں اس وقت اجمال کے ساتھ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ دنیا کے اور حصوں میں انہی علوم و فنون کو کس قدر ترقی ہے۔ اور ترقی کے کیا کیا وسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

اے حضرات! اگرچہ ہندوستان کی موجودہ حالت دیکھ کر یہی قیاس ہوتا ہے کہ اب علمی ترقی کے میدان میں کوئی نئی وسعت پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن نہام و مصرا اور بالخصوص یورپ کی علمی رفتار کے لحاظ سے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اس زمانے میں جو سامان پیدا ہو گئے ہیں۔ اور علوم و فنون کے متعلق نظر ذمکر کے طریقے اب ایجاد ہوئے ہیں۔ پہلے ان کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اگرچہ ممکن تھا۔ کہ میں اس مضمون پر منطق حکمت نارنج جغرافیہ۔ طبیعت وغیرہ ہر ایک علم کے لحاظ سے سمجھت کرتا۔ لیکن اس تدریج و فرعمت نہیں ہے۔ اس لئے صرف فن ادب کے

متعلق کچھ عرض کرتا ہوں ۔

لے حضرات ! فن ادب کوئی معمولی فن نہیں ہے ۔ قرآن مجید اور احادیث کے سمجھنے اور اس کے زکات سے واقف ہونے کا اس سے مہتر کوئی ذریعہ نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ تمام بڑے مفسرین اور محدثین ادب میں کمال رکھتے تھے ۔ فن ادب میں ہمارے ہاں صرف مقامات حوری - متبدنی - سبده متعلقہ درس میں داخل تھا ۔ اور بعض لوگ تیموری - نفحۃ الیمن بھی پڑھتے تھے ۔ صرف یہی نہیں تھا ۔ کہ درسی کتابیں انہی میں منحصر تھیں ۔ بلکہ ادب کا کل سرمایہ جو ہمارے ملک میں دستیاب ہو سکتا تھا ۔ وہ یہی کتابیں یا ان کی شرحیں اور حاشیے تھے ۔ اب خیال فرازیہ کے آج کل ادب کا کس قدر سرمایہ پیدا ہو گیا ہے ۔ جاہلیۃ اور مشروع اسلام کے اشعار کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کے مطالب سمجھنے کے لئے ان پر اطلاع حاصل ہوئی ضروری ہے ۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول ہے :-

الشعر ديوان العرب فاذ اخفي علينا الحرف من القرآن يجمعنا إلى ديوانها ۔ انہی کا قول ہے :- اذ أسل التموي عن غريب القرآن

فَلَمْ تَمْسُوهُ فِي الشِّعْرِ - جن اشعار کو حضرت عب. اللہ بن عباس نے  
ذام قرآن کے لئے نزد رسمی سمجھا - اس میں سے ہمارے پاس  
کافی سبکتہ معافہ موجود تھا - لیکن اب شام و مصروف غیرہ میں اشعار  
عرب کا بے انتہا ذخیرہ موجود ہو گیا ہے - شعر اے جاپلیتیہ و  
محضر میں سے امر الدینیں - زید بن ابی سلمی - لبید بن ربيعة العمرکی  
مابغہ دنسیانی - علقمة الصحل - عروہ بن الورد - حاتم طانی - روس بن  
چھر - خندہ ابر - عشرہ بن شداد العسی طرفہ میں عبد بکری - حاورۃ کے  
دیوان حصیپ گئے ہیں - قبیلہ نہیں جن کی نسبت تعلیم کریا گیا ہے کہ  
عرب کے تمام قبائل میں سے فصح تر تھے - اس قبیلہ کے تمام  
شعر کا کام ایک مجموعہ میں جھپٹا پا گیا ہے - خلیفہ منصور عباسی نے  
خلیفہ نہدی کی تعلیم کے لئے اشعار عرب کا جو مجموعہ طیار کرایا تھا  
اویس کو علامہ مفضل صنی نے جمع کیا تھا - بیروت میں حصیپ کرشائی  
ہوا ہے ۔

۵۲ - قصیدہ بے جو مختارات اشعار عرب کہلاتے ہیں - پوئے  
جی پس گئے ہیں - جمہرۃ العرب شائع ہو چکا ہے - اسلامی شعر  
ہیں ہے جن کو کھا دہستند مانا گیا ہے - ان میں سے حطیۃ - عمر  
ابن ابی ربيعة الخطل فرزدق - ابو محجن ثقفی کا دیوان حصیپ چکا ہے

اور زمانہ ما بعد کے شعر اکا کلام تو نہایت کثرت سے شائع ہو چکا  
 ہے۔ عباس بن الاحنف۔ صریح الغوانی۔ عبد اللہ بن معتنی  
 ابو تمام۔ ابو عبادہ بجتری۔ ابوالعطا ہبیہ۔ ابو فراس۔ ابو لؤاس۔ کہ  
 ان میں سے ہر ایک فن شعر کا امام تھا۔ سب کے دلیوان چھپ  
 چکے ہیں۔ ان کے سوا ادب کی وہ کتابیں جن میں کثرت سے  
 اشعار عرب مذکور ہیں۔ بکثرت شائع ہو چکی ہیں پہ  
 یہ تو فقط اس سرمائی کا بیان تھا۔ جو فن ادب نیں اب  
 موجود ہے۔ لیکن جب آپ یہ خیال فرمائیں گے۔ کہ اس فن کے  
 متعلق پہلے واقعیت اور تحقیقات کا کیا طرز تھا । اور اب کیا  
 ہے ا تو اہر بھی تعجب ہو گا۔ پہلے یہ طریقہ تھا کہ سبعہ معلمہ کے  
 ساتوں قصیدے سے معمولی طور سے پڑھادئے جاتے تھے۔  
 اور شوقيں طالب علم نعمات کو حفظ کرتے تھے۔ ان کے سوا  
 ان کو کچھ سنیں معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ شعر اکون تھے! ان کو اور شاعروں  
 سے کیا نسبت ہے؟ ان کے کلام میں کیا کیا خوبیاں ہیں۔  
 کہاں کہاں ان میں پلاعثت کی کمی ہے؟ لیکن اب ان امور کی  
 تحقیق کی جاتی ہے۔ کہ عرب میں شاعری کب پیدا ہوئی؟ کن  
 اسباب سے پیدا ہوئی؟ کس قبیلے میں؟ دل اس کا روایج ہٹو

افسام شعر میں سے کون کون سی فرمیں کس کس زمانے میں ایجاد ہوئیں۔ شعراً نے جاہلیت نے کن کن مضامین پر شعر لکھے! ان میں عمدہ بہ عمدہ کیا کیا ترقیاں ہوئیں۔ بلاعثت کے کون کون سے اسلوب انہوں لئے استعمال کئے؟ ان کی شاعری سے عرب پر کیا اثر پڑا؟ اسلامی شعراً نے فن شعر میں کیا تفرقیات کئے زبان کو کیونکر صاف کیا۔ کتنے الفاظ جھپوڑ دیئے۔ کن کن نئے مضامین پر اشعار لکھے؟ اسی طرح عمدہ بہ عمدہ اس فن میں کیا کیا ترقیاں ہوئیں؟

ادب کی طرح اور علوم و فنون میں بھی تحقیقات کا طرز بدل گیا ہے۔ لیکن ان کے بیان کرنے کے لئے وقت نہیں پائے حضرات! علماء کا ایک اور سب سے بڑا فرض۔ بلند حوصلگی اور عالی ہمتی کا پیدا کرنا ہے۔ اس سے خدا نخواستہ میری یہ مراد نہیں ہے۔ کہ وہ بڑی بڑی لوز کریوں کی خواہش کریں۔ دولت کے جمع کرنے کی تدبیریں سوچیں۔ بلکہ میری مراد علمی اور مذہبی حوصلہ مندی ہے۔ وہ حوصلہ مندی جس کا یہ اثر تھا۔ کہ محمد نبیؐ ایک ایک حدیث کے لئے ہزاروں کوس کا سفر کرتے چکے جس کا اثر یہ تھا۔ کہ انہیں کے طلباء مہندستان میں تحصیل علوم

کے لئے آتے تھے جس کا یہ اثر تھا۔ کہ ابن بیطار سے نباتات کے دریافت کے لئے انگلیس سے چل کر یونان اور بحیرہ روم کے تمام جزائر کی خاک چھان والی تھی۔ جس کا یہ اثر تھا۔ کہ جغرافیہ کی تحقیقات کے علامہ پیشواری نے ۲۰ برس دنیا کے سفر میں صرف کر دئے تھے۔ جس کا یہ اثر تھا۔ کہ ابوالغزج ا صفحانی نے ۵۰ برس صرف کر کے کتاب الاغانی مکھی۔ اور دنیا کو علم ادب کے بڑے بڑے کتب خالوں سے مستفے کر دیا۔ جس کا یہ اثر تھا۔ کہ اصمی۔ محاورات عرب کی تحقیقات کے لئے عرب کے بیان بذلوں کی خاک چھانتا پھرتا ہے۔

اے حضرات! کیا موجودہ زمانہ میں ان حوصلہ مندوں کی ایک بھی مثال پائی جاتی ہے۔ اور ان حوصلہ مندوں کے بغیر علماء اپنے فرض سے ادا ہو سکتے ہیں۔

افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ علمی حوصلہ مندی اس قدر مفقود ہو گئی ہے کہ ہم اس امکان کا بھی تصور نہیں کر سکتے۔ حالانکہ وہ حوصلہ مندیاں دوسری قوموں میں موجود ہیں۔ اور اگر آپ جاہز دیں تو یہیں مثال کے طور صرف ان عجیب و غریب کوششوں کا ذکر کروں۔ جو یورپ نے خاص ہمارے علوم و فنون کی ترقی دینے

میں کی نہیں ۔

ا۔ سب سے بڑا احسان جو یورپ کا عربی زبان اور عربی علوم و فنون پر ہے۔ یہ ہے کہ عربی کی وہ کتابیں جو مسلمانوں کے لئے مایہ فخر ہیں۔ اور باوجود اس کے اس قدر نایاب تھیں۔ کہ میں ان کا پتہ کچھی نہیں لگتا تھا۔ یورپ نے رہائیت تلاش سے بھم پہنچا ہیں ان کی تصحیح کی۔ حاشیہ چڑھا ہے۔ اختلاف نسخہ قلم بند کئے میضاں والفاظ کی فہرست مرتب کی۔ اور رہائیت حسن و خوبی کے ساتھ چھاپ کر منتشر کیا ہے۔

ان مختینتوں کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس جرم من پروفیسر نے کتاب الغیرت کی تصحیح و ترتیب کی۔ اس کے پورے میں سال امن کام میں صرف ہوئے۔ پروفیسر والٹ اکھارہ برنس سے جریئے کے دیوان کے مرتب کرنے میں مصروف ہے۔ برلن کی ایک کمیٹی نے لاکھ روپے صرف اسی کام کے لئے وقف کر دیئے۔ کہ طبقات میں سعد کا پورا نسخہ جو بارہ جلد وں میں ہے چھاپ دیا جائے۔ چنانچہ خاص اس غرض سے پروفیسر زاخو اپریل ۱۸۹۵ء میں مصروف ہے۔ اور اب تک وہیں مقیم ہے۔ اس طرح کی اور سہبت سی مثالیں میں ہیں ۔

اس وقت تک عربی کی جس قدر نایاب کتا میں یورپ میں چھاپ کر شائع کیں۔ ان سب کا نام تو میں گناہ میں سکتا۔ لیکن تاریخ کی تصنیفات کی ایک فہرست ذیل میں لکھتا ہوں۔ جن میں سے اکثر خود میری نظر سے گذری ہیں۔ یہ وہ کتابیں ہیں۔ جو یورپ کے چھاپنے سے پہلے ناپید اٹھیں۔ اور ہمارے ہندوستان کے علماء اب بھی ان کے نام سے بے خبر ہیں۔ ان میں سے بعض مصروف ہیرہ میں چھپی ہیں۔ تو یورپ ہی کے نسخے سے منقول ہو کر چھپی ہیں ۷

تاریخ ابو جعفر محمد بن جریر الطبری تمام و کمال ۱۰۰ حجرہ۔ اخبار الطویل  
الوحنیفہ دیبوی۔ کتاب التنہیہ والا مشراف للمسعودی۔ النہاۃ بالاشراف  
البلاذری۔ تاریخ یعقوبی۔ فتوح السبلہ ان بلاذری۔ کتاب الفہرست  
ابن الصدیک بن عبدادی۔ رحلۃ بن جبیر۔ المعجۃ۔ البیان المغرب فی  
اخبار المغرب للمرکشی۔ شیرۃ صلاح الدین للقاضی سہا والدین بن  
شداد۔ العقیح القسی للعماد الاصفهانی۔ نہیل للطبری۔ المشتبه  
الذہبی۔ معجم ابن آباز۔ اخبار مکۃ الازرقی۔ المستقی باخبر امام القراء  
اعلام باعلام بیت اللہ الحرام ہستبصار فی عجائب المصادر۔ الاماراتیۃ  
عن الفتوؤں النحالیۃ۔ کتاب الاعتبار لابن منقد۔ المام لمقریزی

اللَّبَيَانُ وَالْأَعْرَابُ بِسَايَارِ صَرْصَرِ مَصْرُومِ الْأَعْرَابِ - كِتَابُ الْمَنْدُلُ لِلْبَيْرِ وَ فِي  
 الْمَوْعِدِ اُولُ دُوَلَةٍ مِنْ دُوَلِ الْإِشْرَافِ الْعُلُومِينَ - عَبْيُوَانُ وَالْمَحْدَائِنُ -  
 زَبْدَةُ الْحَدِيبِ فِي تَارِيخِ حَلِيبَ - تَارِيخُ آلِ سَلْحُوقَ - زَبْدَةُ التَّقْرِهِ فِي أخْبَارِ  
 الْوَزَرَاءِ السَّلْجُوقِيَّةِ - سَلْسَلَةُ التَّوَارِيخِ - أخْبَارُ الْعَصْرِ - أخْبَارُ مَجْمُوعِ فَتْحِ  
 الْأَنْدَلُسِ - تَارِيخُ التَّرَاجِيمِ تَقَاسِمُ بْنِ قَطْلُوبِغاً - الْفَخْرِيُّ فِي الْأَدَابِ الْسَّلْطَانِيَّةِ  
 مَرْوَنُجُ الدَّهْبِ لِلْمَسْعُودِيِّ - كِتَابُ الصَّمَلَةِ لِابْنِ بَنْتِكُوا لِلْمَكْمَلِهِ  
 كِتَابُ الصَّمَلَةِ - بَغْيَةُ الْمَلَمِسِ فِي تَارِيخِ رِجَالِ الْأَنْدَلُسِ -  
 طَبِيعَاتُ الْمُفَسِّرِينَ السَّيِّعُوْلِيِّ - أخْبَارُ مَلُوكِ مَغْرِبِ وَالْفَارِسِ لِلْمَفْرِيزِيِّ  
 عَجَابُ هَنْدَلِيَّرَدَكَ بْنِ شَهْرَيَّارَ - بَكْتَهَةُ صَيْقَلَةِ - تَهْنَهَبَ الْأَسْمَاءُ الْلَّنُورِيِّ  
 كِتَابُ الْأَنْسَابِ لِلْمَقْدِيرِيِّ - فَتْرَحُ الشَّامِ لِلْأَزْدِيِّ - مَلْحَضُ طَبِيعَاتِ  
 الْحَفَاظِ لِلْسَّيِّعُوْلِيِّ - مَعَارِفُ بْنِ قَيْتَبَهِ

ان کتابوں کے علاوہ یورپ نے جغرافیہ کی تصنیفات کا  
 پورا سامانہ مرتب کر کے چھاپا۔ ہمارے خیال میں بھی نہ تھا -  
 کہ جغرافیہ کے فن میں جو اس نکاح میں خاص انگریزوں کی بُدلت  
 آیا ہے ۔

اور اسی وجہ سے ہمارے علماء اس کے بالکل نا آشنا  
 ہیں۔ مسلمانوں نے کوئی خاص کمال پیدا کیا نہ تھا۔ بلکن ان تصنیفات

کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں سے پہلے اس کی کیا حالت تھی۔ اور مسلمانوں نے اس کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا؟  
 کس کو خیال تھا کہ تیسری صدی، مجری میں عرب کا ایسا جغرافیہ طیار ہوا ہو گا۔ جو بالکل آج کل کی تحقیقات کے موافق ہے جس میں عرب کے ایک ایک شہر ایک ایک گاؤں کی تفصیل ہے اور ہر گاؤں کی پیداوار۔ عمارتوں۔ معدنبات۔ اشجار۔ نباتات جالوز۔ شجارت وغیرہ کے حالات تفصیل سے نہ کوئی ہیں عرب کا یہ جغرافیہ ابن الحاکم سہدادی نے ۳۴۷ھ میں لکھا تھا۔ جو یورپ میں بمقام لیڈن ۱۸۸۱ء میں چھاپا گیا ہے۔

جغرافیہ کے سلسلے میں جو نایاب کتا میں یورپ میں چھاپی گئیں ان کے نام حسب ذیل ہیں:-

معجم البلدان یاقوت حموی چار جلد مشترک یاقوت حموی۔ المرصد الاطلاع۔ احسن التقايس من معرفة الاقاليم۔ جغرافیہ ابن حوقل بغدادی مختصر کتاب البلدان۔ لا بن الفقیہ المدائی۔ کتاب البلدان للیعقوبی تقویم البلدان۔ المسالک والمحالک لا بن خردابہ۔ مسالک الاماکن للاصغری۔ نزہۃ المشتاق للشریف الاوریسی +

یہ سب بڑی بڑی ضخیم کتابیں ہیں۔ اور ان کے دیکھنے سے

مسلمانوں کی علمی کوششوں کا اندازہ ہو سکتا ہے ہے ۔  
 دوسری تیسرا صدی میں جونئے الفاظ عربی تصنیفات  
 خصوصاً تاریخ میں شامل ہوتے گئے ۔ نعت کی کتابوں میں اہمیں  
 ان کا پتہ نہیں لگتا ۔ تاریخ طبری ۔ دبلادری ۔ اور مقریزی میں  
 سینکڑوں اور نہر اروں الفاظ ایسے موجود ہیں ۔ جو قاموس ۔ سان  
 العرب ۔ شرح قاموس دغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں نہیں ملتے ۔  
 اور مجھے کو اس کا خاص تجربہ ہو چکا ہے ۔ یورپ نے اس مشکل کی  
 عقدہ کشانی کی ۔ فرانس کے ایک پروفیسر نے جس کا نام دوزی  
 ہے ۔ خاص اس قسم کے نبات پر ایک کتاب لکھی ۔ جودو جلد و  
 میں مچھپ کر شائع ہوئی ہے ۔ اور جس میں سترہ صفحے ہیں  
 یہ کتاب میرے مطالعہ میں ہے ۔ اور میں ہر دفعہ مصنف کی محنت  
 اور تحقیق پر حیران رہ جاتا ہوں ۔

ہمارے مک کے علماء شاید یورپ کی وسعت نظر اور کثر  
 معلومات کا اعتراف نہ کریں یہیں مصر و شام کے فضلاء ان  
 تصنیفات کو پڑھ کر کیونکر انکار کر سکتے تھے ۔

چنانچہ علامہ محمود فتح اللہ جو مصر میں فن ادب کا استاد  
 لاکل ہے ۔ اس نے اپنے رسالہ باکوۃ الكلام میں علائیہ السلام

کی۔ کہ محن نی للغۃ العربیہ علیہم ”یعنی عربی زبان میں ہم لوگ یورپ کے بال پتھے نہیں۔“

(۳) عربی زبان میں ایسی کوئی تصنیف موجود نہ تھی۔ اور نہ کبھی لکھی گئی۔ جو مسلمان فلاسفہ کی تصنیفات کی ریویو کے طور پر ہو۔ اور جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ یونیورسٹیوں کے کیا مسائل تھے اور حکماء اسلام نے اس پر کیا ترقی کی۔ یورپ نے اس قسم کی تصنیفات کثرت سے لکھی گئیں۔ اور برابر لکھی جا رہی ہیں۔

اس طور کی قاطبیعو ریاض جس کو حنیف بن اسحاق نے عربی میں ترجمہ کیا تھا۔ اصل یونانی زبان میں معد عربی ترجمہ کے مچاہی کی نہیں۔ اور اس کے دیباپھے میں اس امر پر بحث کی ہے۔ کہ یہ ترجمہ کیا تک صحیح اور اصل کے مطابق ہے۔ جرمن کے ایک پروفیسر نے فارابی کی تمام تصنیفات اور مسائل پر تین سو صفحوں میں ایک مفصل ریویو لکھا۔ اسی طرح امام غزالیؒ کی تصنیفات پر تین سو صفحوں میں ایک کتاب لکھی گئی۔ میں نے یہ دونوں کتابیں دیکھی ہیں۔ اگرچہ افسوس ہے کہ جرمن زبان نہ جانتے کی وجہ سے ان سے متعذر ہے۔

ہو سکا ۴

پروفیسر مونک لئے فریخ زبان میں خاص اس بحث پر کے مسلمانوں نے یونانیوں کے علوم کی کیونکر تحریکیل کی۔ اور ان سے یوروپیوں نے کپڑے نکر سکیا۔ ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کے بعض مقامات سبقاً سبقاً پڑھے۔ پروفیسر رنیاں نے حکیم بن رشد کے فلسفہ پر چار سو صفحوں میں ایک عجیب و غریب کتاب لکھی جس میں اس نے تفصیلًا بیان کیا ہے۔ کہ جرمن اور فرانش میں کئی سو برس تک خاص ابن رشد کا فلسفہ چاری رہا۔ اور وہاں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ جو اپنے تینیں بجا گئے ارسطو و فلاطون کے ابن رشد کی طرف منسوب کرتے تھے۔

پارسال مقام جینوا میں جادو ٹیل کا انفرنس منعقد ہوئی۔ اس میں ایک یہ تجویز منظور ہوئی کہ ایک کمیٹی قائم ہو جس میں عربی زبان کے بڑے بڑے کامل الفن ممبر مقرر کئے جائیں۔ اس کمیٹی کا مہم ہو گا کہ مسلمانوں نے فلسفہ۔ ہدایت۔ طب اور لشڑا چھر میں جو ترقی کی۔ اس کی ایک مفصل انسائیکلو پیڈریا تیار کرائے چنانچہ اسی کا انفرنس میں یہ کمیٹی قائم ہو گئی۔ اور بڑے بڑے عربی

دان پر و فیسراں کے ممبر مقرر ہوئے ہیں ۔  
 اے حضرات علماء ارجپ کہ دوسری قویں خود ہمارے علوم  
 و فنون میں ایسی عجیب و غریب کوششیں کردی ہیں میں ۔ اور عربی  
 زبان کے میدان میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی ہے ۔ تذکیر  
 ہم کو اسی پر قناعت کرنی چاہئے ۔ کہ ایک محمد و نصیاب کی چند  
 کتابیں پڑھائے جائیں ۔ اور تمام عمر اسی محدود داروں سے میں  
 بند پڑے رہیں ۔

علمی حوصلہ مندی جس کو میں نے علماء کا فرض بتایا ہے ۔  
 اس کا یہ اقتضا ہے کہ انگلوں نے ہمارے نئے جو سرمایہ چھوڑا  
 تھا ۔ دنیا سے ہم جائیں ۔ تو اس میں اضافہ کر کے جائیں ۔ یہ  
 خیال غلط اور بالکل غلط ہے کہ علمی کارخانے میں کام کرنے  
 کے لئے اب کچھ باقی نہیں رہا ۔ اب بھی بہت وسعت ہے اور  
 بہت کچھ کیا جاسکتا ہے ۔

فیض روح القدس از بازار و فرمائید  
 دیگر اس نیز کند آنچہ میجا میکرد

~~~~~

# قدیمی علم

۱۲۵  
ہونی تھی۔ جو علم و تعلیم تھی۔ وہ عرب کے سادہ اور نیچرل طرزِ زندگی کے لئے موزوں تھی۔ عالم وہ تھے۔ جن کو حافظہ سے زیادہ تر تعلق تھا۔ بحث طلب مسائل بھی۔ ممولی فہم کی دسترس سے باہر نہ تھے۔ اور طرزِ تعلیم تو بالکل وہی تھا۔ (یعنے سنن و روایت) جو قدیم زمانے سے ان میں رائج تھا۔ لیکن سو بر س کی مدت میں بہت کچھ ترقی کر گیا۔ اور اسی نسبت سے تعلیم بھی زیادہ وسیع اور مرتب اور باقاعدہ ہو چلی۔ اس دور میں جن علوم کو رواج تکام حاصل ہوا۔ وہ لغو۔ معانی۔ لغت۔ فقه۔ اصول۔ حدیث۔ تاریخ۔ اسماء الرجال۔ طبقات اور ان کے متعلقات تھے۔ عقلی علوم کا سرمایہ گو بہت کچھ جمع ہو گیا تھا۔ مگر رواج عام نہ حاصل کر سکا۔ جس کی وجہ یہ تھی۔ کہ سلطنت نے اس کی اشاعت پر چندال زور نہیں دیا۔ اور عالم کو کچھ ناواقفیت۔ کچھ نہ ہی غلط فہمی کی وجہ سے فلسفہ اور منطق کے ساتھ ہمدردی نہ تھی۔

تعلیم کا یہ دوسرا دوسرے عجیب دچپوں سے بھرا ہوا ہے ہے ۔  
 دیکھو ۔ ٹیکس سے دریا ٹٹے سندھ کے کنارے تک اسلام  
 حکومت کر رہا ہے ۔ جمحازی فتوحات کا سیلا ب اب رکتا چلا ہے  
 مفتوحہ ممالک میں امن و انتظام کا عمل ہوتا جاتا ہے ۔ سینکڑوں  
 قیلے ریاستان عرب کے محل کر دور دراز ملکوں میں آباد ہوتے  
 جاتے ہیں ۔ بہت سی نئی قومیں دلی ذوق سے اسلام کے حلقة  
 میں داخل ہو رہی ہیں ۔ لیکن اب تک اس وسیع دنیا میں سلطنت  
 کی طرف سے نہ کوئی سرنشستہ تعلیم ہے ۔ نہ بیونیورسٹیاں نہیں  
 نہ درس سے ہیں ۔ عرب کی نسلیں نہیں ۔ مگر حکومت ایسی بے تعلق  
 اور اد پری ہے ۔ کہ ملک کے تمام اخلاق معاشرت تمدن پر  
 حکمران ۔ فاسخ قوم کی تمذیب کا اثر چند اس نہیں ہو سکتا ۔ شمام علوم  
 پر عربی زبان کی فہرستی ہے ۔

ان سب باتوں پر دیکھو ۔ کہ علوم و فنون کس تیری اور وسعت  
 سے بڑھتے جاتے ہیں ۔ مرو ۔ ہرات ۔ نیشاپور ۔ بخارا ۔ فارس  
 بغداد ۔ مصر ۔ شام ۔ اندلس کا ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک گہج  
 علمی صداروں سے گونج رہا ہے ۔ عام تعلیم کے لئے ہزاروں  
 مکتب قائم ہیں ۔ جن میں سلطنت کا کچھ بھی حصہ نہیں ہے ۔ اور

جو آج کل کے تخصیصی مدارس سے زیادہ مفید اور فیاض ہیں ایوٹ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مسجدوں کے صحن خالقہ ہوں کے حجرے علماء کے ذاتی مکانات ہیں۔ لیکن اس سادہ اور بے تکلف عمارتوں میں جس وسعت اور فیاضی کے ساتھ علم کی تربیت ہو رہی ہے۔ بڑے بڑے عالیشان قصرہ الیوان میں بھی جو پانچویں صدی کے آغاز میں اس غرض سے تعمیر ہوئے۔ اس سے کچھ زیادہ نہ ہو سکی۔ اگرچہ اس وقت اس زمانے کا کوئی رجبی موجود نہیں ہے۔ جس سے ہم حساب لگا سکیں۔ کہ فیضی میں کتنے آدمی تعلیم پافتہ تھے۔ لیکن تذکرہ۔ تراجم۔ اسماء الرجال۔ طبقات کی سینکڑوں نہاروں کتابیں موجود ہیں جن سے ہم صحیح اندازے کے قریب پہنچ سکتے ہیں۔ اگرچہ متواتر انقلابات۔ تحولات کی بیانیں کی تباہی۔ تاتار کی غارت گری کے بعد ہمارے پاس جو کچھ رہ گیا ہے۔ وہ نہار میں ایک بھی نہیں ہے۔ اور اس وجہ سے نہاروں لاکھوں ناموروں کی صورتیں زمانے کی تاریخی نگاہ سے چھپ گئی ہیں۔ تاہم ہر عمدہ میں ہم سینکڑوں ماہرین و مجتہدین فن کا نشان دے سکتے ہیں۔ صرف ہم عصر وہم وطن اہل کمال کی فرست طیار کی جائے۔ تو بھی بہت سی حلہ ہیں

تیار ہو سکتی ہیں ڈاکٹر اسپرگر صاحب تحریکت کرتے ہیں رشتا یہ  
حسن طن ہو کہ ”مسلمانوں کے اسماء الرجال میں پانچ لاکھ مشہور عالمؒ<sup>ؒ</sup>  
کا حال مل سکت ہے اب اگر یہ قیاس لگایا جائے کہ تعلیم یافتہ  
گروہ میں کس نسبت سے ایک صاحب کمال پیدا ہوتا ہے ۔ تو عام  
تعلیم کا ایک معقول اندازہ ہو سکتا ہے ۔

مشہور علماء کی تعلیمی حالات پڑھو۔ ایک ایک استاد کے علاقہ  
درس میں سینکڑوں ملکہ ہزاروں طالب العلم مشغول درس نظر  
آئیں گے۔ علائیہ ذہبی طبقات میں ابوالحقی المتوفی ۱۴۵۷ھ  
کے ترجمے کے بعد لکھتے ہیں کہ ”اُس زمانے کے بعض حلقہ  
درس ایسے ہوتے تھے۔ جن میں دس ہزار سے زائد دو تینیں  
رکھی جاتی تھیں۔ اور لوگ احادیث نبوی لکھتے تھے۔ اس بڑے  
جمع میں دو سو امام حاضر ہوتے تھے۔ جو اجتہاد و فتویٰ دینے  
کی لپرسی قابلیت رکھتے تھے“ ۔

خطیب مورخ بغداد۔ علامہ ابوحامد اسفرائیسی کے حلقے  
میں خود شرکیں تھا۔ اس کا بیان ہے کہ سات سو طلباء درس  
میں حاضر تھے ۔

فراء نجاشی نے کتاب المعانی کا حجہ سیکھ دیا اور جس کو عربی زبان

میں املاء کتے ہیں، تو حاضرین میں سے ۸۰ صرف قاضی تھے،  
 رضی الدین نیشا پوری کے حلقة درس میں چار سو فانع تحسیل  
 اہل علم حاضر ہوئے تھے۔ بھرے کی جامع مسجد میں امام بخاری  
 نے جب مجلس الام منعقد کی۔ نو ہزار کے قریب محدثین۔ فقہاء  
 حفاظ۔ اہل مذاہرہ شامل ہوئے۔ خود امام بخاری سے جن لوگوں  
 نے صحیح بخاری کی سند حاصل کی۔ ان کی تعداد قریباً نو سے ہزار  
 ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مشاہد میں میں جن کا ہم استقصاء  
 نہیں کر سکتے۔

ہر قوم ہر فرقہ۔ ہر طبقہ میں تعلیم کثرت سے چاری بخنی مصنفوں  
 و اہل فن کے حالات پڑھو۔ سینکڑوں ہزاروں اہل کمال ملیر گے  
 جن کے باپ دادا بخاط۔ اسکاف جو لا ہے۔ حلوانی۔ طبیائی  
 حداد وغیرہ تھے۔ امراء کا عیش پسند گروہ بھی تعلیم سے مالا مال  
 تھا۔ لوگ تھجیب سے نہیں گے۔ کہ ابن المعتز عباسی، المستوفی  
 شیخ جو علم بدیع کا موجہ اور شاعری میں ابو لوز اس و بشاء کا سمسر  
 تھا۔ اور ابو فراس حسپر غرب کی شاعری کا خائن تھہ ہو گیا۔ والیان  
 ملک تھے۔ اور حکیم پوعلی سینا و محقق طوسی وزارت کے بلند منصب  
 بر ممتاز تھے۔

اس دور میں تعلیم کا مستند طریقہ وہی تھا۔ جو آج مہذبِ ملک میں جاری ہے۔ یعنی امداد جس کو اُردو میں لیکچر دینا کہتے ہیں ماستاد ایک بلند مقامِ مثالاً کر سی یا منبر پر بیٹھ جاتا تھا۔ اور کسی فن کے مسائلِ زبانی بیان کرنا شروع کرتا تھا۔ طالب العلم جو ہمیشہ دوست و قلم لے کر بیٹھتے تھے۔ ان تحقیقات کو ماستاد کے خاص نقطوں میں لکھتے جاتے تھے۔ اس طرح پر ایک مستقل کتاب نیار ہو جاتی تھی۔ اور امالی کے نام سے مشہور ہوتی تھی۔ امالی بن ورید و شلب وغیرہ اسی قسم کی تصنیفات ہیں۔ جب معسولی سے زیادہ طلباء حلقہ درس میں جمع ہوتے تھے۔ تو ماستاد کے سامنے یا دائیں پائیں چند فاصل کھڑے ہوتے تھے۔ جو دُر والوں کو اُس کے خاص الفاظ سناسکتے تھے۔ یہ لوگ مستمل کہلاتے تھے۔ یہ طریقہ تعلیم منقولی علوم کے ساتھ مخصوص ہنیں تھا۔ ابو بشر متی جو بنداد میں ارسٹو کی کتاب المظہق کا درس دیتا تھا۔ اس کے لیکچر میں میں نکڑوں طلباء مشرک کی ہوتے تھے۔ جن میں فارابی بھی تھا۔ اور اس نے کئی سو صفحے خود نقل کئے تھے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے دُفَد و دراز مسافتوں کا طے کرنا۔ اور متعدد اہل کمال کی خدمت میں پہنچ کر فائدہ اٹھانا سنایت ضروری خیال کیا جاتا تھا۔

مشہور اہل فن کی لاٹف چھان ڈالو۔ ایک شخص بھی الیسا نہیں ملیگا۔  
جس نے تکمیل کے لئے دو چار سو میل کی مسافت نہ طے  
کی ہو۔

اس زمانہ میں ایک مشہور فاضل جو سفر کی زحمت اٹھائے  
بغيرا پسند نہیں نامور ہوا۔ اس زمانے کے لوگ ہمیشہ اسکو  
حیرت کی زگاہ سے دیکھتے تھے۔ بغداد۔ نیشنپور قرطہ۔ وغیرہ  
میں گوہ فن کے کامل موجود تھے۔ مگر ان شہروں کے رہنے  
والے بھی مشرق و مغرب کی خاک چھان لئے بغیر نہیں رہتے  
تھے۔

علامہ مقرنی میں کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ انتہی علماء کے حالات  
میں ہے۔ جو اپین سے مصروف شام و بغداد گئے۔ پا ان مقامات  
سے چل کر اپین میں داخل ہوئے۔ جس کثرت اور جوش و سُرگرمی  
سے تعلیم کے لئے مسلمان ہمیشہ سفر کرتے رہے ہیں۔ دنیا  
کی تاریخ میں اس کی نظیر موجود نہیں ہے۔

دوسری چیز جو اعلیٰ تعلیم کے لئے گدیا لازمی تھی۔  
مناظرہ کی محبوسون میں شرکیں ہوتا تھا۔ مشہور شہروں  
میں بحث و مناظرہ کے لئے خاص وقت اور مقام مقرر تھے۔

بعض امراء اس قسم کی مجلسیں اپنے مکالوں پر منعقد کرتے تھے۔  
 فقہ - ادب - نحو و غیرہ ہر ایک علم کی جدالگاہ مجلسیں تھیں۔ ان میں علماء  
 اور طلباء دولوں شرکیں ہوتے تھے۔ اور کوئی ممتاز عالم بحث کے  
 تصفیہ کے لئے انتخاب کیا جاتا تھا یہ طبقے جن میں زیادہ ترانصا  
 و خل پسندی کا استعمال ہوتا تھا۔ معمولی نصاب تعلیم ختم کرنے کے  
 پر نسبت زیادہ مفید اور پر اثر تھے ہے۔

تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد آستاد ایک سحرپری  
 سند عنایت کرتا تھا۔ جس میں اس کی تعلیم کی ایک اجمائی کیفیت  
 اور درس دینے کی اجازت لکھی ہوتی تھی۔ اس سند میں وہ  
 طیلسان پہنچنے کی بھی اجازت دیتا تھا۔ جو علماء کا مخصوص لباس  
 تھا پ

له علماء ابن خلکان لکھتے ہیں۔ کہ "اول جس شخص لئے علماء کے لئے  
 خاص لباس قرار دیا۔ وہ قاضی ابو یوسف صاحب ہیں۔ وہی لباس اب بھی چلا  
 آتا ہے۔" یہ لباس طیلسان کے علاوہ ایک جب ہوتا تھا۔ جو آج کل کے  
 ایکم۔ اے کے لوگوں سے بہت مشاہد تھا۔ اُس میں ہد بھی لگا ہوا تھا دو بھی  
 حسن المحاذہ جلدی ماجی۔ صفحہ ۲۲۶۔ مطبوعہ مصر،

## و سع ت تعلیم کے اسباب } تعلیم کی وسعت کے متعدد اسباب تھے

{ (۱) تعلیم نہ ہب کا ایک ضروری جزو بن

ئی تھی - قرآن و حدیث (جس پر نہ ہب کی بنیاد تھی)، عربی زبان کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہیں ۔ اتنے تعلق سے سخو ۔ صرف ۔ لغت معانی ۔ اسماء الرجال بھی گویا مذہبی تعلیم کے ضروری اجزاء تھے۔

فلسفہ نے علم کلام کی صورت میں مذہبی علم ہونے کی عزت حاصل کی تھی ۔ اس سلسلے نے بڑھتے بڑھتے فریبا ہر علم و فن کو اپنے دامرے سے میں لے لیا تھا ۔ اب خیال کرو کہ ایک قوم جس میں اسلام کا جوش ابھی تازہ ہے ۔ جس کی رگوں میں ہنوز عرب کا لمو ہے۔

جس کی ہمتیں بلند ۔ ارادے مستقل ۔ حوصلے و سیع میں ۔ اور ۴۵ ملکی کامیابیوں نے ان نے جوش کو زیادہ تیز کر دیا ہے ۔ جب کسی کام پر پوری توجہ سے مل ہوگی ۔ تو کس حد تک پہنچ کر ہے گی ۔ عرب کے سوا دوسری قومیں جو اسلام قبول کر چکی تھیں ۔

مذہب نے ان کو بھی اپنی سرگرم جذبات سے بھر دیا تھا ۔ جو عرب کے ذاتی خاص سے تھے ۔ اور چونکہ وہ ندت سے متذم و معانشرت کی آبادی میں بس کرتے تھے ۔ تعلیم کے معاملے میں انہوں نے اپنے گستاخ (عرب) سے زیادہ کام دیا ۔ یہی

بات ہے کہ سخو۔ لغت۔ حدیث۔ اصول۔ فقہ فلسفہ کے امام و پیشو اقربیاں کل عجمی ہیں۔ علامہ بن خلدون نے اس پر مقدمہ تاریخ میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے جس کی سرخی یہ ہے۔ حملہ العلم فی الاسلام الکثرهم العجم، یعنی اسلام میں علم کے حاملین اُن شرخمی ہیں۔ ہمارے اکثر اخوان جو عرب کی نسل سے ہیں اس بات کو رشک اور تعجب سے سینے گے۔ مگر ان کو ہشام و عیسیٰ کی طرح صبر کرنا چاہیے ہے۔

له ہشام بن عبد الملک دولت بنو امیہ کا نامور خلیفہ تھا۔ روایی کا بیان ہے کہ مجھے سے ہشام نے پوچھا۔ کہ اس وقت کہ میں علم کا سردار کون ہے؟ میں نے کہا۔ عطا (ہشام) وہ عربی الاصل ہے؟ (میں) نہیں۔ اسی طرح اس نے شام مصر۔ جزیرہ۔ خراسان۔ بصرہ کی نسبت پوچھا۔ میں نے کھول۔ یزید میمیں صحرا کے نام لئے۔ ہر نام پوچھتا جاتا تھا۔ کہ عربی الاصل ہے۔ اور مجھے سے "نہیں" کا لفظ سنکریج و تاب کھاتا تھا۔ اخیر میں میں نے کہا۔ ابراہیم الخنی جو کوفہ کا امام ہے۔ عربی الاصل ہے۔ اس پر اس نے ایک محنڈی سامن کھپڑ کہا۔ کہ خیر اس سے کچھ تسلیم ہوئی۔ فتح المغیث صفحہ ۲۹۸۔ عیسیٰ کی نسبت بھی ایک اسی قسم کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) تعلیم مسجدوں اور علماء کی خاص درسگاہوں میں مفید نہ  
کھنچی۔ وزرا۔ حکام۔ فوجی افسر۔ اہل منصب اور ہر طبقے کے  
لوگ پڑھتے پڑھاتے رہتے تھے۔ وزارت کے کثیر الاشغال  
وقت میں بھی بوعلی سینا کی خدمت میں مستعد طلباء کا ایک گروہ  
حاضر رہتا تھا۔

(۳) تعلیم میں نہایت آزادی کھنچی کسی مقررہ نصاب کی  
پا بندی ضروری نہیں تھی۔ جو شخص جس خاص فن کو چاہتا تھا۔  
حاصل کر سکتا تھا۔ اہل کمال کے زمرے میں سینکڑوں گذے  
ہیں۔ جو ایک فن میں امام تھے۔ اور دوسرا سے فنون میں معمولی  
طالب العلم کا بھی درجہ نہیں رکھتے تھے۔

(۴) امراء اور اہل منصب کا گروہ جو شائقین علم کی سرپرستی  
کرتا تھا۔ عموماً تعلیم یافتہ اور پایہ شناس تھا۔ تعلیم کی اشاعت  
کا یہ بہت بڑا سبب تھا۔ سلاطین و وزراء تو ایک طرف  
معمولی سے معمولی رئیس کی خدمت میں سینکڑوں ادیب و  
فاضل موجود ہوتے تھے۔ اور چونکہ ان کی تنخوا ہیں کسی خدمت  
کے بدل نہیں۔ بلکہ صرف ان کا ذاتی کمال اور قبول عام مہنگے  
داموں کو خریدا جاتا تھا۔ تمام ملک میں لیاقت اور شہرت پیدا

کرنے کا ایک عام جو شکھیل گیا تھا۔ تصنیفات میں زور طبع کے ساتھ تحقیق و احتیاط کا لحاظ اس لئے زیادہ تر کرنا پڑتا تھا۔ کہ جن قدر والوں کے پیش کرنا ہے۔ وہ خود صاحب النظر اور نکتہ چینیں نہیں ہیں۔

**مدرسون کا زمانہ** مدرسون کے قائم ہونے لئے دفعۃ کوئی غلطیم تبدیلی نہیں پیدا کی۔ نصاب تعلیم قریبًا وہی رہا۔ جو پہلے تھا۔

پیشویٹ تعلیم گاہیں عموماً قائم رہیں۔ اور حق یہ ہے۔ کہ جب تک ان پر کچھ زوال نہیں آیا۔ تعلیم بھی نہایت وسعت سے جاری رہی۔ لیکن رفتہ رفتہ ان مدرسون میں خاص خاص قاعدوں کی پابندیاں شروع ہوئیں۔ اور سلطنت عثمانیہ کے زمانے میں تو گویا تعلیم کا ایک جدا گانہ قانون پاس کیا گیا۔ آنکھوںیں حمدی سے پہلے فارغ التحصیل ہونے کے لئے ایک خاص مدت معین ہو چکی تھی۔ گولملوں کے اعتبار سے مختلف تھی۔ مثلاً مغرب رمرا کو وغیرہ، میں سولہ برس اور ڈیلوں میں پانچ برس طالب العلم کو تعلیم گاہ میں رہنا لازمی تھی۔ املا کاظریہ بھی رفتہ رفتہ جاتا رہا۔ آنکھوںیں صدی میں حافظ زین الدین عراقی نے

حافظ بن حجر کے اُستاد تھے) اس کو زندہ کرنا چاہا ہے۔

**املا کا اطروق** اور فریبا چار سو مجلسوں میں اسی طرح درس بھی کی۔ مگر اسنی بزرگوں پر خاصتہ ہو گیا۔ جلال الدین سیوطی لئے ارادہ کیا۔ مگر لوگوں کی بے نوجہی دیکھ کر خوب باز رہے۔

**مدرسون کا نہبی اثر** یہ مدرسے اکثر نہبی تھے۔ اور کسی ایک نہب کے ساتھ خصوصیت رکھتے تھے۔

دارالعلوم نظامیہ صرف شافعیوں کے نئے تھا۔ مستفرید وغیرہ میں چاروں نہب کا درس ہوتا تھا۔ مگر مدرسین و نصاب تعلیم بالکل جدا گانہ تھی۔ اس خصوصیت لئے نہب پر ایک سنا یا اندر ڈالا۔

چوتھی صدی میں بلکہ اس سے پہلے تعلیم نہبی کی بنیاد پرچی تھی۔ مگر ان مدرسون نے چنگکہ اس کو محسوس صورت میں دکھایا۔ قوم میں اس کا عام رواج ہو گیا۔ اور نہایت سختی کے ساتھ ہٹوا۔ شاہ ولی الدین صاحب تھے تقلید شخصی کی ابتدا اور چوتھی صدی کے بعد قرار دی ہے (دیکھو حجۃ البالغۃ۔ صفحہ ۱۸۵) ہر شخص پر آسانی

فیصلہ کر سکتا ہے کہ ان مدرسوں نے جو تعلیمیں شخصی کے ہمراں میں - یا خود تعلیمیں کو پیدا کیا ہو گا - یا کم سے کم اس کو ترقی اور استواری دی ہو گی - مدرسوں کے ابتدائی زمانے میں تو ایسے علماء کثرت سے تھے جو اجتہاد کا حق رکھتے تھے - لیکن رفتہ رفتہ تعلیمیں کے عام رواج نے علوم اور ایجاد کی قوت کو اس قدر گھٹا دیا - کہ گویا قوم سے اجتہاد کی قابلیت ہی جاتی رہی - شاہ ولی اللہ صاحب نے کتاب الازصاف میں منہایت سچ نکھا ہے - کہ اس زمانے میں - دیعے پانچویں چھٹی صدی میں ، تعلیمیں ہی ضروری تھی ۔

تیرے دور میں اس بات نے تعلیم کو منہایت ابتر کر دیا - کہ جو فن مقصود بالذات نہ تھے - مثلاً سخون - صرف - منطق و مثال ذلک ان کی تعلیم میں وہ اہتمام اور موڑ کا فیاض ہونے لگیں - کہ عمر کا ایک بڑا حصہ اسی کی نذر ہو گیا - اور اتنا وقت نہ مل سکا - کہ جن علوم کی تکمیل مقصود اصلی تھی - ان پر لوڈی توجہ ہو سکتی ہے  
”تصانیف کی کثرت اور ان کا درس بیس داخل ہونا۔“ اس بات نے لئے علامہ ابن خلدون نے ان دونوں باتوں پر منہایت عمدہ بحث نکھی ہے - و مکیم و مقدمہ تاریخ فصل ۲ کی فصل ۲۸ و فصل ۳۰ ۔

بھی نہایت ضرر سپنچا یا۔ پہلے اور دوسرے دور میں زیادہ تر فن کی تعلیم ہوتی تھی۔ لیکن تیسرا دور نے کتابی تعلیم کی بنیاد پر جس میں اصلی مسائل سے زیادہ تر کتاب کی عبارت اور آن کے متعلقات سے بحث ہوتی تھی

ہمارے ہندوستان میں توضیہروں کے مرجع اور حیثیت تعلیلی و تقیدی و بعدی ذاتی فرمائی تنگ دائرے سے طلباء تو کیا اکثر علماء بھی کبھی باہر نہیں نکلے۔

**مدارس میں فلسفہ کی تعلیم بھی** {ان مدرسوں میں دشمنی مدد س تعلیم کا بہت کم اتهام تھا۔ اور اکثر نامور مدرسوں میں تو ان علوم نے رسانی ری نہیں پائی۔ لیکن اس کا الزام بانیاں مدرسہ پر نہیں ہے۔ بلکہ قوم کے ان بزرگواروں پر ہے۔ جو دینی یا دنیوی حیثیت سے قوم پر حکمران تھے۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ مسلمانوں میں علوم کی بنیاد نہ ہب کی زمین پر رکھی گئی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مذہبی پیشواؤں کی اجتیادی رائیں جدھر رُخ کریں۔ علوم بھی ان کا ساتھ دیں۔ اسی وجہ سے مملکت اسلامی کے ہر گوشے میں رہ رہ کر فلسفہ کو صدر میں آنکھانے پڑتے تھے۔

معتصد بالله خلیفہ عباسی نے جو ۲۶۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ پہلے ہی سال فرمان نافذ کیا۔ کہ کتب فروش فلسفے کی کتابیں نہ بیچئے پائیں۔

حکیم ابن رشد کو اپنی فلسفی تصنیفات سے اس لئے خود انکا کرنا پڑا۔ کہ خاندان عبد المؤمن (سلطین مرارک) نے اس جرم پر اس کو قید کر دیا تھا۔ اسی خاندان کے ایک فرماںرواں نے جس کا نام ہامول تھا۔ حکیم ابن حبیب کو قتل کر دیا۔ سلطنت عثمانیہ میں بھی ایک مفتی صاحب نے فلسفہ کا درس بند کر دیا۔ حافظ جلال الدین سیوطی نے علم منطق کے ناجائز ہونے پر ایک کتاب ہی تصنیف کر دی۔ جس کا نام ”القول الشرق فی تحريم الاشتغال بالمنطق“ ہے۔ علامہ ابن الصلاح نے بھی اس مضمون کا ایک فتویٰ لکھا۔ علامہ ابن تیمیہ مأمور پر ہمیشہ ترس کھاتے رہے۔ کہ دیکھئے اس جرم پر فلسفے کا رواج

لہ فارع التخلف۔ خلافتہ معتصد بالله

۱۲۵ د۔ نفح الطیب۔ تاریخ اپن مطبوعہ فرانس جلد ثانی صفحہ

۳۷ کشمت النطون۔ ذکر علیہ و حکمت

۱۲۵ د۔ حسن المعاصرۃ ترجمہ حافظ جلال الدین سیوطی۔

دینا) خدا اس سے کیا موافقہ کرتا ہے اسپسین میں امراء اور خواص فلسفے کے حامی تھے۔ لیکن عوام کی بہمی کے خوف سے کبھی اس علم کو عالم آزادی نہیں دی گئی۔ تاہم مجھ کو اقرار کرنا چاہیے کہ فلسفے کے دوستوں کی تعداد رعوام کا ذکر نہیں، دشمنوں سے زیادہ تھی اور

**تعلیم پر نہ ہبہ کا اثر** { مدیرب نے تعلیم پر جو بڑا سخایاں اثر دکھایا دہیہ ہے۔ کہ قدیم عربی زبان سماعت احتیاط سے محفوظ رہی۔ حالانکہ قدیم عربی ایک مدت سے نملک کی زبان ہے۔ ذکر حکومت کی۔ فارس و خراسان کی عام زبان فارسی تھی۔ عباسی جو بقدر میں خلیفہ کہلاتے تھے۔ ان کا جاہ و جلال بعد اوکی شهر پناہ تک محمد و دکھا۔ عنان حکومت ویلم یا سبیحق کے ہاتھ میں تھی۔ جوزبان اور اصل دولوں اعتبار سے محجی تھے۔ مصروشم ایک مدت تک الیوبیہ۔ نوریہ۔ چہرا کسر کے قبضے میں رہے۔ اور یہ سب عجیب تھے۔ ممالک مغربی (مراکو۔ لونس وغیرہ) میں برابر وزنانہ کی عمل واری تھی۔ خود عرب میں قدیم عربی کاروانی نہیں رہتا۔ غرض اس کے زندہ رہنے کا کوئی سہارا نہ تھا۔ لیکن صرف اس

بات ہے کہ قرآن پاک اور حدیث اسی زبان میں تھی۔ اس کمٹہ زبان کو تیرہ سو برس کی عمر دی جائے۔ اور خدا سے امید ہے۔ کہ فرمایا میں نکیں اس کو فائِم رکھے ۔

اس بات کا بے شے افسوس ہے۔ کہ اس یک طرفہ توجہ نے موجودہ زبان سے ہم کو محروم رکھا ۔ آج چھ سو برس ہوئے کہ عرب کی زبان بالکل بدل لئی۔ سینکڑوں نئے الفاظ کا واصل ہو جانا۔ مختلف نظریات و تسبیحیاں۔ نئے محاوروں کا استعمال یہ سب ایک طرف خود اعراب و ترکیب کی وہ حالت نہیں رہی۔

موجودہ علم نحو۔ اب سرے سے بیکار ہو گیا ہے۔ تقریباً پانسو برس سے عرب اسی نئی زبان میں شروع قصائد لکھتے ہیں ۔ اسی زبان میں ان کے نصیح و نیسخ خطے پائے جاتے ہیں۔

لوگوں کو یہ نکر تھجب ہو گا کہ یہ قصائد اگرچہ اعراب کے ساتھ ساتھ پڑھے جائیں۔ تو موزوں نہیں رہتے ۔

افسوس ہے کہ اس جدید مستقل زبان پر کسی نے توجہ نہیں کی۔

اور ان اشعار و خطب کے سمجھنے کے لئے ہمارے پاس کوئی لغت موجود نہیں۔ کس قدر افسوس و شرم کی بات ہے۔ کہ ان لغات

لئے علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں ایک بحث پر متفقہ مصنفوں کو مجھے

محمد نہ کے لئے جم کو عیسائی فاضل اول کا دنیا بوزہ گر ہونا پڑتا ہے۔  
یعنی پروفیسر لٹھرس کا جس نے نہایت تحقیق سے محیط المحيط  
اکھی ہے۔ اور این صاحب انگلشی کا جن کی کتاب مدد الفاظ موس

کی متعدد جلدیں لندن میں چھپ چکی ہیں۔

**لکھنؤی پیش** [اسلام کی جس وسیع دنیا پر حکومت کر رہا تھا

لکھنؤی اس میں جغرافی تقسیم کی جیشیت سے مختلف  
لکھ شاہی تھے۔ اور متعدد و قویں آباد تھیں۔ اسلامی اتحاد  
لئے اگرچہ ہر حصے میں یکساں طور پر علوم کی روشنی پھیلا دی۔

مگر ملکی اور قومی خصوصیتوں لئے مختلف صورتیں پیدا کیں۔ ایران  
لئے منقولی علوم کے علاوہ عقلیات کو معارف کمال تک پہونچا یا  
مصر و مشام میں قنة حدیث و اسماء الرجال پر زیادہ توجہ ہوئی۔ حافظ  
جلال الدین سیوطی۔ مصر کی فضیلت کی ایک بڑی وجہ یہ قرار  
دیتے ہیں۔ کہ وہاں فلسفے کا ذور نہیں ہے۔ اسپن میں زبان

(پھر صفحہ کا بقیہ نوٹ)

یہ سب سے اشعار عربی نقل کئے ہیں۔ جو اس نئی زبان میں، شعراء عرب نے  
اکھی اور جن یہی عرب کا مطلقاً بہت نہیں۔

دافتري شاعري - تاریخ کو زیادہ فردنع ہوا۔ بہاں تک کہ لڑکوں کو  
قرآن پڑھنے کے زمانے سے اشعار و امثال، یادکرائے جاتے  
تھے۔ یہ اختلاف انہی ملکی خصوصیتیوں کا اثر تھا۔ ایرانیوں کے  
ذہن کی لطافت - موشگافی - دقیقہ سنجی فلسفہ و منطق کے  
باکل مناسب تھے۔ مصر و شام عرب کے وہ میں تھے  
اور اس وجہ سے قوت حافظہ کی عمدگی اور متوسط ذہانت نے  
حدیث اسماء الرجایل کو زیادہ پسند کیا۔ اپین عرب ہونے کی  
حیثیت سے مصر و شام کا ہمپایہ تھا۔ لیکن انہی خصوصیتیں  
نے وہاں تک عرب خاندان حکومت کرتے رہے۔ جوش و شاعری  
پر جان دریتے تھے پر

اپین میں ادب و شاعری کو زیادہ چکایا۔ شام میں بھائی  
حمدان کے زمانے میں جو عموماً سخنور تھے۔ شاعری کا پایہ نہاد  
بلند ہو گیا تھا۔

القدا بات حکومت جو کثرت سے ممالک اسلامی یہی ہوئے  
علمی مقاصد کے لئے الکثر مفید ثابت ہوئے۔ ایک خاندان  
کو گلکیتہ بر باد ہو جاتا تھا۔ مُراس کے عنی آثارِ الکثر محفوظ رہتے  
تھے۔ جو مجا ضع اور علاقے مدرسی پرست و قعن ہو چکے

تھے۔ وہ سری نئی حکومت ان کو غضب نہیں کر سکتی تھی۔ ہلاکو  
 خار نے نہ صرف بعداً لوگوں اور عمارت کیا۔ بلکہ تمام ممالک اسلامی  
 کو برسوں تک بے چرانع کر دیا۔ تاہم اوقاف میں کچھ تصرف  
 نہ کر سکا۔ اس نے بعد اور نعمیرہ کے تمام اوقاف محقق طوسی کے  
 ہاتھ میں دے دیے۔ جس کا بہت ٹرا حصہ محقق موصوف نے رد صد  
 خانہ کی تعمیر میں صرف کیا۔ ممالک اسلامی میں جب کوئی نئی  
 حکومت قائم ہوتی تھی۔ تو اس کا استحکام سلطنت اور عظمت  
 وجہاں قائم رکھنے کے لئے ضرور تھا۔ کہ مدرسون کی تعمیر اور علم  
 کی اشتراحت میں کچھی حکومت سے زیادہ فیاضیاں دکھائے دیں  
 اس بات سے تعجب اور افسوس دوللہ ہوتا ہے۔ کہ کچھی  
 تعلیم۔ (جس کا آتا ہوا خاکہ اب بھی ہندوستان میں موجود ہے)  
 پوشیکل آواز سے بالکل خالی تھی۔ نصاب تعلیم میں ایسی کوئی  
 کتاب داخل نہ تھی۔ تاریخ کی کتابیں اگر پڑھائی جاتی تھیں  
 تو تاریخی جیشیت سے نہیں۔ بلکہ نن انش کے اعتبار سے  
 طائب العہدوں کی سادگی اور سفنسانہ طرز زندگی۔ ذبوحی خواہشیوں  
 سے مبترا اور بے غرض شوق۔ کلامات علمی کے لیے جس قد  
 زیادہ مفید تھا۔ اسی قدر ان کو معاملات ملنی سے الگ رکھتا کہ

ہم کو توجہ ات سننیں ہو سکتی۔ مگر علامہ بن خلدون فرماتے ہیں رگو  
بیان سبب میں ہم سے مختلف ہیں) کہ ”ان العلماء من  
بین الپیش العد الامم عن السياسة“ یعنی نوع بشیر میں عام  
نوگ انتظامات ملکی سے بہت دور ہیں۔

ہم نے اس آرٹیکل میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ مدرسون  
کے حالات لکھے ہیں۔ مگر ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ اسلامی  
تعلیم کے اندازہ کرنے کا یہ نہایت حچھوٹا پیچاہہ ہے۔ ہماری علمی  
فیاضیوں اور ایجادات و صنائع کو مدرسون کے احاطہ سے باہر  
ڈھونڈنا چاہئے۔ مدرسون کی کثرت اور عالم گیر رواج نے بھی  
پرائیوریت تعلیم گھاہوں کی تعداد کو کم سننیں کیا۔ سٹٹھے صحری  
میں جب کہ مصر مدرسون اور دارالعلوم سے معمور تھا۔  
خود مصر کی ایک جامع مسجد میں چالیس سے زائد حلقدرس  
تھے جن میں ہر قسم کے علوم و فنون پڑھائے جاتے  
تھے۔

لہ دیکھو مقدمہ ابن خلدون فصل ۲ کی فصل ۲۵  
۲۰ صفحہ ۱۸۰ جلد ثانی

میں نے آرٹیکل میں اس بات سے قصداً پر ہمیز کیا ہے۔  
 کہ سلف کے کارنامے زیادہ آب و تاب سے لکھوں۔ قوم کی  
 آج یہ حالت ہے۔ کہ جتنا لکھا گیا۔ پچھی اس کے چہرے پر  
 نہیں لکھتا۔ سلف کے مفاخر کا ہم کیا ذکر کر سکتے ہیں۔ ہم  
 نے جب خود کچھ نہیں کیا۔ تو اس سے کیا حاصل۔ کہ سلف  
 نے بہت کچھ کیا تھا۔

گرفتم لازمیں  
 زدنیت تاچ آمد، آخر ایں ہم میتوار گفت

# صلفِ ترجمہ اور اس کی صحت

ترجمہ کا اول یہ طریقہ تھا کہ اصول میں جو لفظ ہوتا تھا۔ اس کے ہم معنے الفاظ ڈھونڈ کر لفظی ترجمہ کرتے جاتے تھے چنانچہ یوحنابن طریق اور بن ناعم ترجمہ حصی کا یہی طرز تھا۔ لیکن اس میں دو وحیتیں ہیں۔ اولاً تو یہ لفظ کے مقابل میں الیسا لفظ لئنا جو تمام خصوصیتوں کے لحاظ سے اس کا ہم معنی ہو۔ ناممکن یا قریب ناممکن کے ہے۔ دوسرا لفظ ترجمہ سے مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ان خرابیوں کو دیکھ کر دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا۔

یعنی یہ کہ پوری عبارت کا مطلب عبارت میں دا کرتے تھے۔ فالبای طریقہ جسین سے شروع ہوا۔ اور پھر اور لوگوں نے بھی تقلید لی۔ لیکن چونکہ اکثر ترجمے سپلی قسم کے بھی موجود تھے۔

اس لئے اصلاح کا طریقہ ایجاد ہوا۔ یعنی ان ترجموں میں جہاں جہاں ابہام اور سمجھ دیاں تھیں رفع کر دی گئیں۔ چنانچہ پچھلے بڑے بڑے نامور مترجمہ مشتملاً ثابت بن فرة یا حبی بن

عدی وغیرہ نے ترجمے سے زبادہ پچھلے ترجموں کی اصلاحیں  
کیں۔ اور حقیقت ان اصلاحوں سے بڑا فائدہ ہوا۔  
آج کل یورپ کے ناسپاس مصنف طعنہ دیتے ہیں۔  
کہ مسلمانوں نے علمی دنیا پر جواہسان کیا۔ وہ صرف اس قدر  
کہ یونانی کتابوں کو بعید عربی میں ترجمہ کر دیا۔ جس سے یونانی  
کتابیں محفوظ رہ گئیں۔ لیکن وہ اس بات کو نظر انداز کر دیتے  
ہیں۔ کہ مسلمانوں نے صرف اسی قدر نہیں کی۔ بلکہ دنیا کو  
ان کتابوں کے مطالب سمجھا دیتے۔ جو خود یونان کے شارحوں  
لئے نہیں سمجھے تھے۔ ارسٹو افلاطون کی تحریر کا یہ طرز تھا۔  
کہ دانشہ مضمون کو پچیدہ طور پر ادا کرتے تھے۔ یہاں  
تک کہ خود ارسٹو نے جب کبھی کسی قدر اپنی تحریروں میں  
تو پھر سے کام لیا۔ تو افلاطون نے نہایت زجر کے ساتھ  
اس کو خط لکھا۔ کہ تم علم کو متنبذل اور پا مال کرتے ہو۔ ارسٹو  
نے جواب میں لکھا۔ کہ ”میں نے پھر بھی ایسی پچیدہ گیاں رکھی  
ہیں۔ کہ البتہ اصل مطلب کی نہ کو نہیں پہنچ سکتے۔“  
یہی وجہ تھی۔ کہ خود یونانی مصنفوں نے ان دونوں حکیموں  
کے مطلب سمجھنے میں غلطیاں کیں۔ اور رفتہ رفتہ دو جگہ

فرقے پریا ہو گئے۔ حکیم ابو نصر فارابی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام الجمیع بین الرائین ہے۔ یہ کتاب یورپ میں چھپ گئی ہے۔ اس میں حکیم مذکور نے دکھایا ہے۔ کہ افلاطون و ارسو کا طرز تحریر کیا تھا۔ اور اس کی وجہ سے زمانہ مابعد میں یونان وغیرہ کے مصنفوں نے کیسی غلطیاں کیں۔ فارابی نے کچھ ان غلطیوں کو درست کیا ہے۔ اور ارسطو و فلاطون کی عبارتوں کا حل کر کے بتایا ہے۔ کہ ان دونوں حکیموں میں کچھ اختلاف نہیں۔

ترجمبؤں کی درستی اور صحت میں جواہر ہم ام بلینع کیا جاتا تھا۔ اس کے اندازہ کرنے کے لئے اس مقام پر ایک واقعہ تقل کرنا کافی ہو گا۔ مفرد دواؤں کے بیان میں یونان کی سب سے عمدہ تصنیف ولیم توودرس کی کتاب ہے۔ یہ کتاب المستوکل باللہ کے زمانے میں اصطوفن بن بیل لے ترجمہ کی۔ اور حسین نے اس پر نظر ثانی کر کے درست کی۔ لیکن جن دواؤں کے نام عربی میں نہ تھے۔ ان کے نام یونانی رہنے والے۔ یہی ترجمہ اپنی پہنچا۔ لیکن یونانی الفاظ کی وجہ سے عام طور پر لوگ مستفغ نہیں ہو سکتے تھے۔

**۳۴۔** میں جو عبد الرحمن ناصر کی حکومت کا زمانہ تھا قیصر روم نے جس کا نام مارکنین تھا۔ اصل کتاب جس میں دواؤں اور بوئیوں کی تصویریں بھی بنی ہوئی تھیں۔ عبد الرحمن کو تخفہ میں بھیجیں۔ عبد الرحمن کے دربار میں اگرچہ لاطینی زبان کے جاننے والے موجود تھے لیکن قدیم یونانی زبان بالکل مترک ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے اطباء اور حکماء جو اس کتاب کے حل کرنے کے نہایت شائق تھے یونانی الفاظ میں مجبو رہ جاتے عبد الرحمن نے خط لکھ کر قیصر روم کے ہاں سے ایک عیسائی عالم کو بلوایا۔ جو یونانی اور لاطینی دولوں زبانوں کا ماہر تھا وہ

**۳۵۔** صحری میں وہ دربار میں پہنچا۔ اور اطباء اسلام شل محمد شجاع۔ ابن حبیل بسیاسی۔ ابو عفان خرزاز محمد بن سعید عبد الرحمن بن اسحاق۔ ابو عبید اللہ الصقابی لئے نہایت شوق اور توجہ سے کتاب اس سے پڑھنی شروع کی۔ اس مجمع لئے نہایت غور و تحقیق و تجربے سے خود قرطیہ میں آن ستماہ محبول و فائل کے پتے لگائے۔ اور ان کے ناموں کی تصحیح کی۔ ابن حبیل جوان تمام طبیبوں میں نہایت نامور تھا۔ اس نے ایک مفصل شرح اس کتاب پر لکھی اور

اس کے تمام مقامات حل کئے۔ ابن حبیل نے ایک اور کتاب لکھی۔ جس میں صرف آن دو اؤں کی تفضیل لکھی جو اس کتاب میں مذکور نہ تھیں ہے۔

ترجمہ کی صحت اور غلطی پر یورپ کے علماء نے بہت بخششیں کی ہیں۔ اور چونکہ بد قسمتی سے ہم مسلمان یونانی وغیرہ سے بے پہرا ہیں۔ اس لئے ہم کو اس باب میں یورپ ہی کا وسٹ نگر ہونا پڑتا ہے۔ گین صاحب لکھتے ہیں، کہ ان ترجموں کی خوبی پر ناکٹ لئے خوب بحث کی ہے اور کایرسی نے دیانت داری سے اس کی حمایت کی ہے۔

لو میں صاحب نے ہستیری آف فلاسفی میں لکھا ہے۔ کہ مونک کرتا ہے کہ ”بعض ترجمے ہنا یہ خوبی سے کئے گئے ہیں“۔ فرانش کے ہنا یہ نامور مصنف پر وفیسر مونگ جس نے مسلمانوں اور یوروپیوں کے فلسفہ اور اس کے باہمی مبظہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اور جو مدت تک میرے مطالعہ میں رہی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

لہ دیکھو طبقات الاطبا۔ تذکرہ ابن حبیل الاندی۔

کہ جن مصنفوں نے مسلمانوں کے ترجموں پر بے رحمانہ اعتراضات کئے ہیں۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ انہوں نے اصلی عربی ترجمے نہیں دیکھے۔ بلکہ ان ترجموں کے ترجمے جو عربی سے لیٹن زبان میں کئے گئے ہیں دیکھے ہیں۔

ترجموں کی صحت و غلطی کا تو ہم مجتہد ان فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور اس وجہ سے ہم نے اس بحث میں صرف یورپ کی تقلید کی۔ لیکن یہ امر مہر شخص کو صفات لظر آتا ہے کہ مسلمانوں نے ترجمے کو اصل زبان سے کس قدر آزاد کر دیا ہے۔

آج انگریزی زبان کس قدر وسیع ہو گئی ہے۔ لیکن علمی اصطلاحات میں وہی تمام یونانی الفاظ قائم میں۔ اگرچہ اس کی یہ وجہ بیان کی جاتی ہے کہ تمام یورپ میں مشترک اصطلاحوں کا قائم رہنا ضرور ہے۔ اور وہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ یونانی الفاظ بعضی قائم رکھے جائیں۔ بحال عربی ترجمے اس علامی سے بالکل بری ہیں۔ منطق۔ فلسفہ۔ ہیئت ہندسہ۔ طب میں سینکڑوں نہاروں اصطلاحی الفاظ تھے لیکن ان سب کے مقابل میں عربی کے ایسے مناسب الفاظ انتخاب کئے گئے کہ گویا یہ علوم اسی زبان میں پیدا ہوئے

تھے +

یونانی الفاظ سے تولیک بالکل نا آشنا ہے - لیکن فارسی میں جو اصطلاحیں اسلام سے پہلے موجود تھیں - اور جو دساتیر میں مذکور ہیں - ان کو ان کے مقابل عربی اصطلاحات کو ہم اس موقع پر منونے کے لئے لکھتے ہیں - جس سے ظاہر ہوگا - کہ اصطلاحی الفاظ کا کس خوبی سے ترجمہ کیا گیا تھا +

لہ ان صحیفوں کے مجموعے کا نام ہے - جو آتش پرستوں کے اعتقاد میں زرتشت وغیرہ پر اترے ۔ ۱۰ -  
یہ لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ یورپ کے محقق جنوں نے  
ژند اور سپدوی زبان میں کمال پیدا کیا ہے - اُن کی پڑائی  
ہے - کہ دساتیر ایک جعلی کتاب ہے - اور اسلام کے بہت  
بعد تصنیف ہوئی ہے - اگر یہ صحیح ہے - تو میرے مضمون کا  
یہ حصہ بے کار ہو گیا - ۱۱ -

# اصطلاحات فلسفه و طب و نجیم

| عربی        | پہلوی       | عربی           | پہلوی       |
|-------------|-------------|----------------|-------------|
| تسلسل       | زنجربر      | تشخص           | کسی         |
| حقیقت       | آمینع       | حادث           | نوشده       |
| فصل         | جداشناس     | صفت            | فرزدہ       |
| دلیل        | رہبر        | اشراقتی        | چہلادی      |
| گلگتی       | ہمادی       | مشافی          | رہبری       |
| جزوی        | پازتازی     | الطبیات        | بریں فرنگ   |
| ہوت         | اوچیز       | ہیولی          | ماہیہ       |
| باشندہ هستی | چار آسیزہ   | صورت           | پرکر        |
| شانستہ هستی | واجب الوجود | جنبیش شسپوری   | واجب الوجود |
| عملہ        | بازگیر      | حرکت قسری      | ممکن الوجود |
| مرکب        | کنور        | تشخیص از رانخر | با لحداہتہ  |
| بسیط        | اشکیوه      | محال           | نامناسب     |
|             | کاموس       | دور            | چرخہ        |

یونانی و لاطینی الفاظ عربی ترجموں میں خال خال اب بھی موجود ہیں۔ مشتمل اصطلاحات طبی یہیں کمیوس - کمیلوس - مائیوس تریاق - نقرس - قونیخ وغیرہ۔ لیکن یہ صرف گو یا اس بات کے یادگار ہیں کہ ان علوم کا اخذ یونان ہے ہے ۷

## زبان سنسکرت اور مسلمان ہیں

سنسکرت کے ترجموں کی ابتدا، خلیفہ مظہور کے عہد سے ہوئی۔ یعنی ہندوستان کا ایک نامور پنڈت مظہور کے دربار میں آیا۔ اور کتاب سعد ہانتاندر گزنا فی۔ جس کا ترجمہ دربار کے ایک عالم محمد بن ابراہیم فزاری نے کیا۔ اسی زمانے میں یحییٰ بر مکی نے ایک شخص کو ہندوستان بھیجا۔ کہ وہاں جو دو ایسیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو تلاش کر لائے تو اپنے ہندوستان والوں کے عقائد اور مذہب کی تفصیل لکھ کر لایا۔ چنانچہ اس رپورٹ کا ایک تفسیح علامہ ابن النبیکم لئے اعقول کرنے کی کوشش کیا ہے۔ جس کی تاریخ کتابت ۴۳۷ھ تھی۔ علامہ مذکور لئے لکھا ہے کہ خاندان

براکہ نے ہندوستان سے بہت سے پنڈت اور دیدک کے علماء طلب کئے۔ افسوس کہ ان کے نام کی تفصیل صوت کے ساتھ نہیں ملتی۔ جاہظ اپنی کتاب البیان والتبیین میں ایک جگہ ایک ضمنی تذکرے میں لکھ گیا ہے ٹھہر کہ ”معمر کا بیان ہے کہ جس زمانے میں یحییٰ بن خالد نے ہندوستان کے حکیموں لعینی منکہ۔ مار مکر۔ فلسر حل۔ سندھا ر وغیرہ وغیرہ کو طلب کیا تھا۔ میں نے سچلہ ہندی سے پوچھا۔ کہ بلا غلط کس کو کہتے ہیں۔ لخڑا۔ اس عبارت سے پتہ لگتا ہے کہ بہت سے ہندو پنڈت اور طبیب بغداد میں آئے تھے یہیں افسوس ہے۔ کہ ان کی تفصیل نہیں ملتی۔

براکہ کے سوا ہارون الرشید اور مامون الرشید کی قدر دافنی نے ہندوستان کے اہل کمال کو بغداد کی طرف متوجہ کیا۔ ہارون الرشید ایک مرتبہ سخت بیمار ہوا۔ اور پایہ سخت کے اطباء علانج سے عاجز آگئے۔ اس زمانے میں ہندوستان کے ایک پنڈت کی شہرت دُور دُور پھیلی ہوئی تھی۔ ابو عمر و عجمی کی تحریک سے پاولن

الرشید نے اس کو طلب کیا ۔ اور اس کے علاج سے شفاؤںی  
اس فاضل کا نام منکھا تھا ۔ اور وہ طبابت کے علاوہ علوم عقليہ کا بڑا  
ماہر تھا ۔ بعدا دیس رہ کر اس نے زبان فارسی سیکھ لی ۔ اور  
سنگرہ کتابوں کے ترجمے کرائے ہیں ۔

ہارون الرشید کے دربار کا ایک نامور پنڈت سانی بھتھا ۔  
جس کو عرب کے مصنف صالح لکھتے ہیں ۔ اسی عہد میں ایک اور  
مشہور فاضل ہندو تھا ۔ جس نے سنگرہ کتابوں کے ترجمے  
کئے ۔ اس کے باپ کا نام دہن تھا ۔ اور اہل عرب اس کو اسکے  
اصلی نام کے بجائے ہمیشہ این دہن یعنی دہن کا بیٹا لکھتے ہیں  
برکیوں نے بغداد میں جو ہسپتال بنایا تھا ۔ یہ اس کا افسر تھا ۔ پہ  
معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں میں سنگرہ کتابوں کی تعلیم  
اس حد تک رسیع ہو گئی تھی ۔ کہ مدت تک ایک اگر دہ اس تکمیل  
موجو در پا جوان زیالوں سے واقعیت رکھتا تھا ۔

ہارون الرشید نے ہندوستان میں جو عملیاء مناظرے کے

دیکھ کیے مفصل تذکرہ طبقات! (اطیار جامد و م تصفحہ ۳۴) میں بتے ہیں ۔

۲: کتاب الفہرست صفحہ ۱۲۷

لئے بھیجے تھے۔ ضرور ہے کہ سنیسکرت دان ہونگے پ  
مودودی ۳۰۲ میں کھنپات آیا تھا۔ اور وہاں کے  
حکایات سے واقعیت پیدائی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ یہاں کا راجہ  
ندبی مناظر دل کا سبب شالست ہے۔ اور مسلمان اور دوسرے  
ندبب کے لوگ جو اس شہر میں آتے ہیں۔ ان سے بحث اور  
لکھنؤ کرتا رہتا ہے ۶

یہ ظاہر ہے کہ مناظر و مجاہشاز بانی میں ہوتا ہوگا۔ اور سنیسکرت  
تصنیفات سے واقعیت بغیر مناظر سے کی بنیاد قائم نہیں  
ہو سکتی ۷

اس گروہ میں سب سے بڑا ماہر الوریجان بیرونی نخا جس  
کا شخصیت حال ہم اور پرکھ آئے ہیں۔ ان کی سنیسکرت دانی اس مرتبے  
لی تھی۔ کہ اس نے بعض عربی تصنیفات کو مندرجہ ذیل کے لئے  
سنیسکرت میں ترجمہ کیا۔ سنیسکرت علوم و فنون کے متعلق جو  
کتاب اس نے لکھی ہے، اور جس کو جرمن کے مشور پروفیسر  
خادو ش پینی تصویح سے چھپوا یا نہ ہے۔ ہمارے سامنے ہے۔

مصنف نے سنسکرت کی بہت سی مستند اور قدیم تصنیفات سے ذخیرہ معلومات ملیا کی ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ چونکہ ہنر و اپنی کتابوں کے دینے میں بخُل کرتے تھے۔ اس لئے مصنف نے بہت سی کتابوں کو زبانی پڑھا۔ اور یاد کیا۔ اس نے خود لکھا ہے کہ مختلف پر انوں میں سے جو پران میں لئے زبان سیکھے وہ حسب ذیل ہیں ۴

اوپران۔ مجھے پران۔ کورم پران۔ پراوہ پران۔ نر سنگھ پران  
بالیو پران۔ با من پران۔ نند پران۔ اسکندر پران۔ اوت پران  
سوم پران۔ سانپ پران۔ بہہ ہماند پران۔ مارکند پران۔ تماکش پران  
بشن پران۔ برہم پران۔ ہمیشہ پران ۵

بیروتی کی کتاب کی جامعیت و وسعت معلومات کا اندازہ ان ابواب کے عنوان سے ہو سکتا ہے۔ جو مصنف نے اختیار کئے ہیں۔ یہ بخیل (عنوان ہیں)۔ اور ہر عنوان پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور جو کچھ لکھا ہے سنسکرت کی مستند کتابوں سے لکھا ہے۔ ان میں سے بعض عنوان جسہ سنبھالنے کے طور پر نقل کرتے ہیں ۶

- ۱ - ہندوؤں کا اعتقاد خدا کی نسبت ہے
- ۲ - موجودات عقلیہ اور حسیہ کی نسبت اعتقاد ہے
- ۳ - تنسخ کا مسئلہ ہے
- ۴ - بیدار اور پرپان ادوار دیگر مذہبی کتابیں ہیں ہے
- ۵ - سخا اور عروض کی تصنیفات ہے
- ۶ - دیگر علوم کے متعلق تصنیفات ہے
- ۷ - ہمیشہ اور بحوم - اس کے متعلق بہت سے عنوان قائم کئے ہیں۔ اور ہر ایک پرسفصل کی ہے:

۸ - حرام و حلال ہے

۹ - قانون دراثت ہے

اس زامنہ مصنف نے علاوہ اس کتاب کے سندکرت کی  
متعدد کتابیں عربی میں ترجمہ کیں۔ یا سندکرت کی کتابوں سے اخذ  
کر کے لکھیں۔ جن کا تفصیل حسب ذیل ہے:

سما میکا۔

با شنجی۔

پس سردھانزا

بر بھم سردھانزا

برہنسا میتیا

لاجو مصنفہ پر ہمہ  
سدھانتا پر ایک کتاب جس کا نام جوامع الوجود و سخواط الرسورد  
ہے۔ یہ کتاب ۵۰ صفحہ میں ہے۔ کھنڈ کھنڈ کا۔ اس کتاب کا  
ترجمہ پہلے عربی میں ہوا تھا۔ جس کو عربی کتابوں میں ارکنڈ لکھتے  
ہیں ۷

- ۸ - کسوف پر ایک رسالہ ۸
- ۹ - ایک رسالہ حساب پر جس میں بتایا ہے کہ سندھ اوہ رہنماد تین  
میں صفروں کے شمار کا قاعدہ کیا ہے ۹
- ۱۰ - ایک رسالہ جس میں بیان کیا ہے کہ اعداد کے نہ اسج عربی ۱۰  
میں باعتبار رہنمادی کے زیادہ صحیح طریقے پر منفرد کئے گئے ہیں  
پندرہ صفحوں میں ہے ۱۰
- ۱۱ - راسید کا۔ یعنی اربعہ مقناسبہ پر ایک مضمون ۵ صفحوں میں ہے  
اعداد کی ترتیب کے متعلق ایک رسالہ ۱۱
- ۱۲ - برہما سدھانتا میں حساب کا جو طریقہ ہے۔ اس کا ترجمہ ۱۲  
صفحوں میں ہے ۱۲
- ۱۳ - موجودہ زمانے کا تعین باعتبار رہنمادی تاریخ و سنہ کے

## ۱۰۰ صفحوں میں ہے چ

- ۱۴ - ایک رسالہ جس میں پر تعین بتایا ہے کہ کون کون ثوابت فتنہ  
منازل قمر کے متعلق ہے ۔
- ۱۵ - ان سوالات کے جوابات جو ہندو ہمیت والوں نے اُس  
سے پوچھے تھے ۱۰۰ صفحوں میں ہے چ
- ۱۶ - ان سوالوں کے جواب جو کشمیر سے اس کے پاس آنے طور  
عمر کے شمار کا ہندوی طریقہ چ
- ۱۷ - لا گھو جیتا کم - مصنفہ دراہ نمر - کا ترجمہ جو ایک چھوٹی سی کتاب  
ولادت کے متعلق ہے ۔
- ۱۸ - بامیاں کی دو بتوں کی کہانی ۔
- ۱۹ - نیلو فر کا ذصہ جس میں دلبتی اور برجھا کر کا بیان ہے ۔
- ۲۰ - کلپہ یارہ - کا ترجمہ جو ایک رسالہ ہے متعلق عوارض مکروہ کے  
واسودیو کے دوبارہ ظہور پر ایک مضمون ۔
- ۲۱ - ایک کتاب کا ترجمہ جو تمام محسوسات اور مدرکات پر مشتمل  
ہے ۔

مسائل کی تصنیف کی وجہ کے متعلق ایک رسالہ - مرا فتنہ  
شہ بیر دن کی کتاب الہارت الباقیہ جو یورپ میں چھپی گئی ہے ۔ اس کے

رانے برہمہ سدھانتا۔

آخر اخیر میں اکبر شاہ کی بدولت سنن کرت کی تصنیفات نے  
زیادہ تر مسلمانوں میں روایج پایا۔ اکبر کو سہندوں کی طرف جو میلان  
نکھا۔ وہ عام طور سے مشہور ہے۔ اس نے اپنے دربار میں بڑے  
بڑے قابل اور نامور پنڈتوں کو جمع کیا تھا۔ ابو الفضل نے  
آئین اکبری میں جہاں دانش اندوزان دولت کی فہرست دی ہے  
مہندو علماء میں سے حسب ذیل نام شمار کئے ہیں ۔

مساَدِیو۔ بھیم ناتھ۔ بابا بلاس۔ نراٹن۔ سیوچی۔ ماڈھو۔ رام بھج  
سری بھٹ۔ ماڈھو سرتی۔ جدر و پ۔ بشن ناتھ۔ وسوون۔ رامکشن  
نارائن آسرم۔ بلجھند مصہر۔ بھری سور۔ باسیدیو مصہر۔ دامودر بھٹ  
باہن بھٹ۔ رام تیرنگ۔ بدھ نواس۔ نرنگ۔ گورمی ناتھ۔ برم انڈ  
گوپی ناتھ۔ بچے سین سور۔ کشن پنڈت۔ نہاچنہ۔ بھٹاچارج

\* آخر میں خود بیرونی کی بھی ہوئی ایک فہرست شامل ہے۔ جس میں اس  
نے اپنی تمام تصنیفات کی تفصیل بھی ہے۔ کتب اللہ میں بھی جا سمجھا اپنی  
تصنیفات اور ترجمہوں کا ذکر کیا ہے۔ میں نے اس مہنام پر جن ترجمہوں کو دست  
دی ہے۔ انہی دلوں کتابوں سے مخذل ہے ۔

کاشی ناکھہ

اکبر نے اپنے اہتمام سے بہت سی کتابوں کے ترجمے کر لئے  
دیلوی رہمہن - اور عبد القادر بدالیونی و شیخ سلطان مختار نیسیری و  
نقیب خمان کی شرکت سے مساجھارت کا فارسی ترجمہ ہٹوا - اکبر  
نے اس ترجمے کا نام، زم نامہ رکھا - اور تمام معروف کی تصویریں  
بنوائے اس میں شامل گیا - مذکورہ بالا فضلاء نے رامائن کا بھی  
ترجمہ کیا - اور اس میں بھی تصویریں بنوانی گئیں - اتحرون وید  
جو پوختھا وید نہیں - اس کا ترجمہ حاجی ابراہیم سرہندی نے کیا  
اور اس ترجمے کا فلسفی نسخہ ہمارے کابح کے کتب خانے میں  
موجود ہے - لیلا و قی جوفن حساب کی مشہور کتاب ہے - اس کا  
ترجمہ فیضی نے کیا - تاجک - جو علم بخوم میں ایک معنی بر تصنیف  
ہے مکھل خاں گجراتی نے اس کو فارسی قالب پہنایا - کنھیا جی کے  
صالات میں ہر بیس ایک کتاب ہے - مولانا شیری نے اس  
کا ترجمہ کیا - نل و دمن کا قصہ جو ایک پروردہ اول فیضی نے اس  
کو مشنوی کالباس پہنایا۔ اکبر نے سنسکرت کے سرمایہ  
لہ ابو الفضل - نے ان تمام واقعات کو این اکبری میں تصویر خانہ کے  
ذیل میں لکھا ہے ۔

میں بھی اضافہ کیا۔ یعنی عربی اور فارسی کی کتنے بیش سنسکرت میں ترجمہ کرائیں؟

چنانچہ تصحیح میرزا فیض کا ترجمہ سنسکرت میں کیا گیا۔ جسکے ترجمے میں فتح اللہ شیرازی - ابو الفضل - کشن جو شنی کنگا دصر مہیش - مہانند - یہ سب فضلاء شریک تھے۔ ہر قسم کے علوم و فنون کے متعلق سنسکرت کی تصنیفات جو فارسی اور عربی میں ترجمہ ہوئیں - ان کا اگر استقصاص کیا جائے - تو ایک مستقل رسالہ لکھنا پڑے گا۔ اور شاید میں اس محنت کو گوارا کرنا یہیں بڑی وقت یہ ہے۔ کہ عربی لب ولجه نے ناموں میں اس قدر تغیر پیدا کر دیا ہے۔ کہ اکثر کتابوں اور مصنفوں کے صحیح نام دریافت نہیں ہو سکتے۔

علامہ ابن ابی الصیعیم نے طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ کنکتہ ہندوستان کا سب سے بڑا نامور طبیب و حکیم تھا۔ اور اس کی حسب ذیل تصنیفات تھیں۔ یعنی (جو عربی میں ترجمہ کی گئیں) ۱) کتاب النسودار فی الاعمار (۲) اسرار الموالید (۳) القرآنات الکبیر۔ (۴) القرآنات الصغیر (۵) کناش (۶) کتاب فی التوہم (۷) کتاب فی احداث العالم والدور فی القرآن۔

کنکتہ کی جن کتابوں کا نام ابن ابی اصیعہ لئے لکھا ہے۔ بے شبه عربی میں موجود ہیں۔ لیکن ہم کو خود کنکتہ کا پتہ نہیں چلتا۔ کہ اس کا اصلی نام سنسکرت تلفظہ میں کیا ہے۔  
عدا مرد مذکور لئے ہندوستان کے اور حکماء کے نام لکھے ہیں یعنی۔ باکھر۔ زاجہ۔ سکھ۔ داہر۔ انگل۔ جیہر۔ رندی۔ جاری اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ ان حکماء کی اکثر تصنیفات عربی میں ترجمہ کی گئیں۔

لیکن ہم ان ناموں کی صحت نہیں کر سکتے۔  
طبعی تصنیفات میں صحیح لفظ کے ساتھ ہم کو صرف دو تصنیفوں کا پتہ لگتا ہے۔

ایک چرکا۔ کی کتاب جو آج سے پانچ ہزار برس پہلے نہایت مشہور طبیب تھا۔ اور جس کو ہندو بہت بڑا رشی مانتے تھے۔  
یہ کتاب پہلے فارسی میں ترجمہ کی گئی۔

۱۔ پھر عبد اللہ بن علی نے فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا۔  
دوسری ششتم کی کتاب جو دس بابوں میں ہے  
اس کتاب کا ترجمہ یحییے بن خالد کے حکم سے کیا گیا۔  
نامہ دل کی صحت سے مایوس ہو کر ہم ایک

اجمالی نقشہ مورجنین عرب کی تصریحات کے موافق اس موقع پر درج کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوگا۔ کہ ہر علم و فن کے متعلق سنیکرت کی کون کون سی تصنیفات غربی میں ترجمہ کی گئیں۔ ان میں بیرونی وغیرہ کے وہ ترجمے داخل نہیں۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

### نام کتاب

### مضمون و کیفیت

|                    |                                                                               |
|--------------------|-------------------------------------------------------------------------------|
| بدان               | اس میں چار سو چار ہیجارتیں کا بیان ہے۔                                        |
| شندہشان            | ابن دہن نے اس کا ترجمہ کیا۔                                                   |
| والردم             | فیا اختلف فیہ الشد بو نافی اور شندہشانی طب میں جو اختلافات میں اس کا بیان ہے۔ |
| تفیر اسماء العقایق | رواؤں کا نام۔ اس کا ترجمہ۔ منک نے اس حاقد بن سلیمان کے لئے کیا تھا۔           |

یہ فہرست یا نقشہ کتب ذیل سے مانوذ ہے۔ طبقات الاطباء جلد دوم صفحہ ۱۳۱۔ ۲۳۳ و ۲۳۴ و کتب الفہرست صفحہ ۳۰۳ و ۳۰۵ و ۲۱۱ و ۱۰۵ و تاریخ یعقوبی جلد اول صفحہ ۱۰۵۔

نام کتاب

مضمون و تفہیمت

راسی کی کتاب سانپوں کے اقسام - اور ان کے زہر کا بیان  
ہٹانکر کی کتاب ابن دھن نے اس کا ترجمہ کیا ۔

حاملہ عورتوں کا علاج

توفیل کی کتاب اس میں سو یا چار یوں اور سو علاج جوں کا بیان ہے  
روسا کی کتاب عورتوں کے علاج میں ۔

کتاب السکر

كتاب التوحيد والامراض تاکشتل کی تصنیف ہے ۔

کتاب السموم شناق کی تصنیف ہے - اور زہروں کا بیان ہے  
اس کتاب کا ترجمہ اول فارسی میں ابو حاتم بن جنی تے  
محمد بن مدد سے کیا - پھر راموں کے حکم سے  
عیاض بن سعید لئے کیا ۔

کتاب البطیرہ جالوزوں کا علاج ۔

کتاب فی النجوم شناق ہندی کی تصنیف ہے ۔

کتاب الموالید جودر کی تصنیف ہے ۔

توفیق منطق میں ہے ۔

مالفاظ فیہ فلاستہ یونانی اور ہندوستانی فلسفے کے اختلافات ۔

نامکتب

الهند والروم

سند باد کا قصہ جو افیڈ میں شامل ہے۔ دراصل  
سنسکرت سے مانخذ ہے۔

بودا سپ و بلوہر

ان کتابوں کے علاوہ ابن الندیم نے اور مہبہت سی کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ مشہور کتاب البدر۔ کتاب ادب المندار لضمیرن۔ کتاب ویک المنداری۔ کتاب سا ویرم۔ کتاب ملک المندار۔ کتاب الاشرسیہ۔ کتابہ بید پا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن مسبحہم اور غیر صحیح التلفظ نام لکھتے لکھتے ہیں عاجز اگرچہ ہوں ۔

کتابِ النظر مقصہ اندر کی آفسنگی، پر ایک نظر۔ اسلام کی  
اُن وسیع آبادیوں میں جو مشرق سے لے کر مغرب تک پھیلی ہوئی  
ہیں۔ اگرچہ قومیت کا۔ نسل کا۔ شکل و صورت کا۔ رسم و روح  
کا۔ عادات و خصائص کا۔ سخت اختلاف ہا جاتا ہے۔

لیکن یہ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ترقی اور تنفس کی سطح  
ہر جگہ قریباً یکساں ہے۔ مثلاً ہندوستان کی جو یہ حالت ہے

کہ چند رس پہلے شام فوم پر ایک عام غفت طاری تھی۔ تقلید اور رسم و رواج لئے قوم کا رواں روان جکڑ کھا تھا۔ آزادی اور بند خیالی کی روح فنا ہو گئی تھی۔ پھر مغربی تعلیم کے اثر نے ایک خفیف جنبش پیدا کی۔ لوگ آہستہ آہستہ جائے گے۔ روز بروز اپنی پستی اور تنزل کا احساس ہوتا گیا۔ بیہاں تک کہ اب ملک کے ہر حصے میں ترقی کی پکار ہے۔ اور ہر طرف جوش کا ایک نیا عالم نظر آتا ہے۔ تاہم اب تک جو کچھ ہوا ہے۔ وہ زیادہ تر زبانی با تیس ہیں۔ جو کچھ کہا جاتا ہے۔ کیا نہیں جاتا۔ جس قدر زبان میں زور ہے۔ ہاتھ میں نہیں ہے۔ علمی زندگی جو ترقی کی روح ہے۔ اس میں صرف اس قدر ہوا ہے۔ کہ چند پرانے تعلیم یافتہ لوگوں پر نیارنگ چڑھ گی ہے۔ ان کی تصنیفات و تالیفات میں یورپ کی جملک آگئی رہے۔ کچھ یورپ ہوئے ہیں۔ اور جو کچھ وہاں دیکھا ہے۔ قلم کے ذریعے سے اس کا سنبھالتا خالہ کھینچ کر فرم کو دکھلایا ہے۔ چند لو جوالوں لئے یونیورسٹیوں کی ڈگری یاں لی ہیں۔ اور اپنی محنت۔ لیاقت قابلیت کو مسکار سی لازمت پرندز چڑھ دیا ہے۔

بعینہ سبکی حالت۔ صردشام اور خاس دارالعلمین

کی ہے۔ اس سلسلہ مشاہد میں اس وقت ہم کو حس خاص حصے سے بحث ہے۔ وہ یورپ کا سفر اور سفر ناموں کی تصنیف کا روایج ہے۔ مصر و شام میں سب سے پہلے جس نے یورپ کا سفر کیا۔ وہ علامہ رفائد کب ہے۔ مصر میں جب یورپ کی تندیب کا چرچا ہوا۔ تو سلطنت کی طرف سے چند لوز جوان یورپ میں تعلیم پانے کے لئے بھیجے گئے۔ اور علامہ موصوف ان کا آتالیق مقرر ہو کر گیا۔ علامہ نذر کو رانے سفر سے وہ پس آکر حالات سفر اور خاص پیرس (دارالسلطنت فرانش) کے متعلق ایک مفصل کتاب لکھی جو ۱۲۶۵ھ میں مقام مصر چھپا گئی۔ عربی زبان میں یہ پہلا سفر نامہ تھا۔ جو یورپ کے نئے نئے نتائج کے زمانے پر سمجھا گیا۔ اس کے بعد اور لوگوں نے یورپ کے سفر کئے۔ اور وہاں کے حالات میں کتابیں لکھیں۔ مثلاً کشف المحبّا۔ رحلۃ حسن آنندی رحلۃ الشیخ سلیم۔ ارشاد الالبیا اس سلسلے میں سب سے اخیر تصنیف وہ کتاب ہے جس کا نام المستندرے المؤتمر ہے۔ اور جو ہمارے اس منہموں کا عنوان ہے۔ اس سفر نامہ کا مصنف احمد زکی آفندی ہے۔ جو مصر کا ایک تعلیم یا فتح اذ جوان مشہور مصنف اور خدیو کے ملکہ ترجمہ کا

رئیس المترقبین ہے۔ یہ مصنف یورپ کی مشرقی کانفرنس کے  
لذیں جلسے میں جو ۱۸۹۳ء میں بمقام لندن منعقد ہوا تھا۔ خدیو  
کی طرف سے سفیر ہو کر گیا تھا۔ اس نے وقت فوق حالت سفر  
کے متعلق اپنے دوستوں کو خطوط لکھے۔ اور سفر سے واپس  
آ کر ان خطوط کو مرتب کر کے سفرنامے کی صورت میں شائع کیا  
لماں کی قدر و افی سے پہلے ایڈلشیں کی جلدیں نہایت جلد نکل گئیں۔  
اور مصنف نے مناسب اضافہ کر کے اس کو دوبارہ چھپوا یا۔ مجھے  
کو فخر ہے کہ خود مصنف نے اس ایڈلشیں کا ایک نسخہ مجھے کو تحفہ  
کے طور پر کھیجتا۔ جو اس وقت میرے سامنے رکھا ہوا ہے۔  
سب سے پہلے اس سفرنامے کے پڑھنے کے وقت  
جر چیز پر نگاہ پڑتی ہے۔ وہ کتاب کی طرز عبارت اور انداز بیان  
ہے۔ اس کتاب کی طرز تحریر میں یورپ کا اس قدر زیادہ اثر ہے  
کہ پہلی ہی نگاہ میں محبہ میں ہوتا ہے۔ الگ چہ اس عام قاعدے  
کے خیال سے کہ مغلوب قومیں ہمیشہ غالب قوموں کی ہر چیز  
میں پیروی کرتی ہیں۔ مصنف معذور رکھا جاسکتا ہے۔ لیکن  
واقعہ یہ ہے کہ اس تعلیم نے کتاب کی خوبی کا معیار لگھادیا ہے  
بلے شبہ رہت سی ایسی زبانیں میں۔ جو یورپ کی تعلیم کی وجہ سے

ترقی کے سانچے میں ڈھلی ہیں۔ اور خصوصاً ہماری اردو میں توجہ کچھ آب و ماب رنگینی و لطافت جوش و اثر پیدا ہوا ہے۔ سب انگریزی کی بدولت ہے۔ لیکن عربی کی حالت مختلف ہے۔ عربی زبان بالتواس قدر بلند رتبے اور تمام خصوصیتوں میں کامل ہے۔ کہ دوسری کسی زبان کا اُس سے ہوئے نہیں ملتا پا اس کا اسلوب بیان اور طرز ادا انگریزی سے اس قدر مختلف ہے کہ دونوں کا پیوند بدشما ہو جاتا ہے۔

مصنف کے سفر کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ وہ اسکندریہ سے چل کرہندی کی راہ سے نیپولی سے اٹلی، فلورنس۔ بنیسر۔ جدینووا ہوتا ہوا فرانس پہنچا ہے۔ فرانس کی سیر کر کے وہ لندن۔ روانہ ہوں۔ اور مشرقی کالفنرنس کے جلے میں شرکیں ہو کر انگلستان کے اکثر مقامات کی سیر کی۔ پھر پرتگال پہنچا۔ اور دوبارہ لندن کو واپس آیا۔ لندن سے فرانس اور فرانس سے اپین گیا۔ اور اس کے سفر کی اخیر منزل بھی۔ اگرچہ راہ میں جو مقامات آتے گئے ہیں۔ ہر ایک کے متعلق مصنف نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے۔ لیکن لندن اور پیرس کے حالات میں نہایت تفصیل کی ہے۔ اپین کا حال اگرچہ باستثناء لندن و فرانس

زیادہ لکھا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو اس چھوڑے ہوئے دلیں  
سے جو دلچسپی ہے۔ اس کے لحاظ سے گویا کچھ نہیں لکھا۔  
اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ کتاب کی اصلی موضوع یعنی  
مشرقی کانفرنس پر بہت کم لکھا۔ جلسہ کے حالات نہایت  
اختصار سے لکھے۔ جو تحریریں خود پیش کیں۔ آن کا ایک نقشہ  
دیا ہے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ وہ تحریرات کانفرنس کے  
رتہ کے شایان نہیں ہے۔

ایک خاص بات جو اس کتاب میں ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ  
مصنف اگرچہ یورپ کے ملکوں کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن ساتھ ساتھ  
ہر موقع پر اسلامی معلومات کے لچپ نکتے ایسے تاب  
اور موزوفی سے اضافہ کرتا جاتا ہے جس سے اس کی شریحہ اور  
وسعت نظر دلوں کا کمال ثابت ہوتا ہے۔ یورپ کے جن  
مناطق کا عربی جغرافیوں میں پتہ لگانا مشکل ہے۔ ہر موقع پر  
مصنف ان کے عربی ناموں کی تصریح کرتا ہے جس سے قطعی طریقے  
اس کے کہ عرب جغرافیہ نویسوں کا کمال ہوتا ہے۔ عربی تاریخوں کے  
سبجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔

ایک خاص بات یہ ہے۔ اور وہ سفر نامہ کی جان ہے۔

کے مصنف ہر موقع پر ان اسباب کی تلاش کرتا ہے۔ جن کی وجہ  
سے یورپ کو آج یہ ترقی نصیب ہوئی ہے سہ  
لندن کے ذکر میں وہ لکھتا ہے۔ کہ یہاں تمام لوگ وقت  
کو اس قدر غریب رکھتے ہیں۔ کہ جب کسی شخص سے کوئی بات  
پوچھو۔ تو وہ نہایت جلدی کے ساتھ ”ہاں“۔ یا ”مغینیں“۔ کہ کہ  
فوراً کام کرنے لگتا ہے۔ جس میں پہلے سے مشغول تھا  
اگر زیادہ ضرورت ہوئی۔ تو نہایت مختصر حنپ الفاظ میں جواب  
دے گا۔ اور ساتھ ہی جو کام کر رہا تھا۔ کرتا جائیگا۔ کتب  
خالوں کے پیسوں کے دفتر میں۔ اور عام شجارتی کارخانوں میں ہر  
موقع پر یہ الفاظ اور جملے لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ”چپ رہو“  
”صرف کام کی بات کرو۔ بولنا منع ہے“ +

لندن کی ترقی کا اندازہ اس بات سے کرتا ہے۔ کہ تمام  
شہر میں ایک عام حرکت پانی جاتی ہے۔ سڑکوں اور گذرگاہوں  
پر یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا آدمیوں کا سیلاب آگیا ہے۔  
لیکن باوجود اس کے غل اور شور کا کیا ذکر ہے۔ تو اذ تک  
نہیں آتی۔ ہر شخص سر جمع کا ٹیکر بھاگا جاتا ہے ملود معلوم ہوتا  
ہے۔ کہ اس کو کوئی بڑا ضروری کام دریپش نہ ہے +

حقیقت میں یورپ کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے۔ کہ ہر شخص ہر وقت رہنمائی سے اپنے کام میں مشغول رہتا ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی دہن میں نگاہ ہوا ہے۔ بخلاف اس کے ہمارے ملک میں ایک افسردگی۔ کاہلی اور بے پرواہی پاٹی جاتی ہے۔

انگلستان و فرانس کی ترقیوں کے ذکر میں وہ لکھتا ہے۔ کہ ان لوگوں کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے۔ کہ قومی خدمت کی رہنمائی قدر کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی شخص کے لئے کوئی بڑا کام کیا جائے۔ تو گو وہ ذاتی افعال کے لحاظ سے کمیسا ہی بدھیں۔ بد معاش۔ کمیتہ اذ نی اطبیعت ہوتا ہم تمام قوم اس کو اپنا سرناج بنائے گی۔ ہر موقعہ پر اس کا نام فخر سے لیا جائے گا۔ اس کی یادگاریں فائم کی جائیں گی۔ اور اس کے برا ہیوں کا مطلق تذکرہ نہ ہو گا۔

اس کے مقابلے میں ہمارے ملک کا حال دیکھو۔ کہ اگر کسی شخص نے قوم کے لئے اپنے آپ کو فدا بھی کر دیا ہوتا تو قوم کو صرف اس کے عیوب پر نظر ہوگی۔ اور اس کی خوبیوں کا ذکر نہ ہو گا۔ ۶

بیس تفاوت رہ از کجا ملت تا پ کجا

مصنف نے پورپ کے تمام شرود میں سے لندن کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے انک کے اکثر تعلیم یا فہرستہ لندن کے حالات سے خود واقعیت کھٹتے ہیں۔ اس نے ہم اس حصے کو بالکل حضور دیتے ہیں۔ البتہ فرانش کے حالات جو مصنف نے بیان کئے ہیں۔ اس کا مختصر ساختاً کہ

حصہ پچنا ناموزون نہ ہو گا۔

فرانش کی دارالسدۃت پیرس کا ذکر وہ ان الفاظ سے شروع کرتا ہے۔ یہ پیرس ہے۔ جو دنیا کا انتخاب اور عالم کا سیر تھا۔ یہ پیرس ہے۔ جو خطہت و شان کی تصویر اور نزاکت و طافت کا پسکیر ہے۔ یہ پیرس ہے۔ جو علوم کی کان اور واشرہ عرفان کا مرکز ہے۔ یہ پیرس ہے۔ جس کی تعریف میں گولتا ہی سبالغ کیا جائے تا ہم اس کی حصلی تعریف اور نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مجھ کو صرف یہ کہنا چاہیئے کہ وہ بہشتیوں کی بہشت ہے نہیں۔ بلکہ وہ پیرس ہے۔

اس عظیم الشان دارالسدۃت کی عجیب و غریب باتوں میں سے صفت نے سب سے پہلے عورتوں کی حالت پر تعجب کیا

ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ لوز عالمنی کا وہ نصف حصہ رعورت  
جو ہمارے ملک میر بانگل بیکار چیز ہے۔ یہاں وہی تمام ترقیوں  
کی روح ہے۔ اور اس کی اس قدر عزت کی جاتی ہے۔ کہ فرانس  
کا یہ مشہور مقولہ ہے۔ کہ "جو عورت کی مرضی ہے۔ وہی خدا کی  
مرضی ہے" ہے۔

مصنف نے اگرچہ عورتوں کی قابلیت کی نہایت تعریف  
لکھی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ وہ تمام علوم و فنون میں نہایت  
اعلیٰ درجے کا مکالم پیدا کرنی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ انسنا پر داڑ کے  
مضمون زمگاری۔ شاعری۔ مقرری۔ مصوری۔ وکالت۔ طباءت۔  
ایجاد۔ صنایع۔ ان تمام فنون میں اعلیٰ درجے کی کامل عورتی میر  
 موجود نہیں۔ تاہم اس کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یورپ میں؟  
عورتوں کو آزادی حاصل ہے۔ وہ سخت اعتراض کے قا  
ہے۔

اس کے بعد مصنف نے متعدد عنوانوں کو تفضیل ہے۔  
لکھا ہے۔ مثلاً عجائب خالئے۔ بخیں۔ کتب خالئے۔ نذر  
عمار نہیں۔ شباتات کا پانع۔ مدارس۔ اور جبرا فی کارخانے تجویز  
وغیرہ وغیرہ ہے۔

عجائب خالذ میں سے دو تین عجائب خانے ذکر کے قابل ہیں۔ ایک عجائب خانہ خاص فنون اور صنایعوں کا ہے۔ اس میں بہت سے کمرے اور ہر ایک کتب خانہ ہے جس میں نیس ہزار کتابیں ہیں۔ اور یہ کل کتابیں فقط صنعت کے متعلق ہیں۔ لات کو فن صنعت پر کچھ دیا جاتا ہے۔ اور ہر شخص کو بغیر کسی فیصلے کے اس میں شرکیہ ہونے کی اجازت ہوتی ہے۔ لکھاری عموماً وہ ہوتے ہیں۔ جو صنعت میں اپنا بواب نہیں رکھتے ہوں۔

اس عجائب خانے میں ہر قسم کے آلات اور کلمیں جو قدیم زمانے میں تھیں۔ یا اب پیدا ہوئی ہیں۔ دنیا کی تھی ہیں۔ زراعت۔ رصد۔ نقاشی۔ تصویر کشی۔ رنگ سازی۔ جرثقیلیں وغیرہ کے نہایت قدیم اور حید پیدا آلات نہایت کثرت سے موجود ہیں۔

ایک عجائب خانہ ہے جس کا صرف یہ مقصد ہے۔ کہ دنیا کے ہر حصہ کے انسالوں کی علمزمعاشرت اور طریقہ تہذیب کو دکھایا جائے۔ اس میں چالیس ہزار محبتم تصویریں ہیں۔ قدیم زمانے کی ستام وحشی اور مہذب قوموں کو ہی راست

اور وضع و لباس میں دکھایا ہے۔ جس میں وہ زندگی ببر کرتے  
تھے ۶

ایک عجائب خانہ فن تربیت کا ہے۔ اس میں ستم  
کٹا میں۔ رسائے۔ نقشے۔ تصویریں۔ فن تربیت سے متعلق  
ہیں۔ اس عجائب خانے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ  
اور اس کے مختلف دوڑوں میں تعلیم و تربیت کے کیا طریقے  
تھے۔ تربیت کے متعلق کس فرم کے آلات سے کام لیا  
جاتا تھا۔ خاص فن تربیت کے متعلق جس قدر کتنا میں یہاں  
ہیں۔ ان کی نمبر ۸۴۸۔

ایک عجائب خانہ نہ ہی ہے۔ یعنی دنیا کے تمام مختلف  
نہ ہبوروں کو محسوس صورت میں دکھایا ہے۔ اس عجائب خانے  
کی بنیاد پروفیسر حمیتی نے ڈالی تھی۔ جس نے تمام شرقی  
ملکوں میں سفر کیا تھا۔ اور مختلف نہ ہب کے متعلق دس  
لاکھ روپے کی قیمت کی کتنا مہیا کی تھیں۔ یہ تمام کتنا میں  
اس نے عجائب خانے میں وقف کر دیں۔ چنانچہ خاص حصہ  
جبا پان۔ اور مصر کے نہ ہب کے متعلق ستراہر کتنا میں  
ہیں۔ بہت سے مہیل اور مندرجہ میں۔ فرعون کے زمانے

میں قیامت کے متعلق خوبیات تھے۔ ان کی تصویریں ہیں  
عبدت اور پرستش کے جو جو طریقے جس جس زمانے میں  
راجح تھے۔ سب کے سمنوں میں۔ غرض اس عجمانی خالتوں  
سے ایک سرسری لگاہ میں دنیا کی نہاد قوموں کے مذہبی  
اعمال اور مذہبی خوبیات معلوم ہو سکتے ہیں۔

کتب خالنے کثرت سے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ مشہور  
اور عظیم الشان کتب خانہ قومی کتبخانہ ہے۔ اس کو چارلس اول نے  
۱۶۰۵ء میں قائم کیا تھا۔ اس وقت اس میں صرف بارہ ہزار  
کتابیں تھیں۔ ۱۶۸۹ء میں مطبوعہ کتابوں کی تعداد تین لاکھ  
ہو گئی۔ اور اب کم و بیش تیس لاکھ کتابیں پرنسپل کی موجود  
ہیں۔

اس کتب خالنے کے چار حصے ہیں۔ پہلے حصے میں  
مطبوعہ کتابیں۔ نقشے۔ جغرافیہ کے مجموعے ہیں۔ دوسرا  
میں علمی کتابیں ہیں۔ تیسرا میں پرانے کتبے اور تیسرا میں  
کتابوں کے مطالعہ کرنے کا جو کمرہ ہے۔ اس میں سہ وقت  
ہے۔ اکٹھا کتابیں موجود رہتی ہیں۔ جغرافیہ کے متعلق جس قدر  
کتابیں اور نقشے اس کتب خانہ میں ہیں۔ دنیا میں نہیں ہیں

صرف اُنس اور نقشوں کی تعداد اڑھائی لاکھ ہے۔ قلمی کن بیس ۹۰۱۹ ہیں۔ جن میں آٹھ ہزار کٹا پیس تصویر دار صفاڑا ہیں۔ مصنف نے حالات کی تعفیل کے بعد اس کے سالانہ مصادر کا نقشہ دیا ہے۔ اول لندن کی برش میوزیم سے مواد کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

### سالانہ مصادر کتبخانہ پرس

|              |      |      |
|--------------|------|------|
| مشکوہ ملزمان | ۳۰۰۰ | فرنگ |
| اسباب غیرہ   | ۲۰۰۰ | "    |
| تباری تصریح  | ۸۰۰۰ | "    |
| جلد بندی     | ۲۵۰۰ | "    |

مختصر یہ کہ مجموعی مصادر ۸۸۰۰ ہے ہے لیکن برش میوزیم کا سالانہ صرف ۱۲۵۰۰ ہے کہ پر

تعیین کو جو یہاں وسعت حاصل ہے۔ اس کے لحاظ سے مصنف کو سبھت سے کا لجوں اور اسکو لوں کا ذکر کرنا چاہئے تھا۔ مگر اس نے صرف دو تین مدرسوں کے ذکر پر اتفاق کیا ہے اور حقیقت میں جس جدت کی وجہ سے اس نے انتخاب کیا۔ وہ بے جا بھی نہیں۔ ان میں سے ایک مدرسہ انڈھوں کا ہے

چار سے ملک میں تو آنکھ والوں کی تعلیم کا بھی رونا ہے۔ لیکن  
 وہاں اندھوں کی تعلیم کا جو انتظام ہے۔ نہایت حیرت انگریز ہے  
 فرانس کو اس اولیٰت کا شرف بھی حاصل ہے۔ کہ اول اس  
 نے اس قسم کی تعلیم کی بنادالی۔ یعنے پروفیسر ہاؤسی نے  
 ۱۸۸۲ء میں اندھوں کی تعلیم کے لئے مدرسہ کھولا۔ اور تھام  
 تعلیم کی بنادالی۔ یعنے پروفیسر ہاؤسی نے ۱۸۸۴ء میں اندھوں کی تعلیم  
 کا مدرسہ کھولا۔ اور تھام دنیا میں اس قسم کا یہ پہلا مدرسہ تھا۔ پہہ  
 مدرسہ اب بھی موجود ہے۔ اس میں اس وقت ۵۵۱ لڑکے  
 اور ۸۰ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔ مدت تعلیم دس برس ہے اس  
 میں ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم ابھرے حروف کے ذریعے سے  
 ہوتی ہے۔ اور تھام کرتا ہیں جوان کو پڑھانی جاتی ہیں۔ اسی قسم  
 کے حروف میں حصی ہوتی ہوتی نہیں۔ اس کے سوا عملی تعلیم  
 بھی ہوتی ہے۔ اور کاشنا۔ بنتا۔ خرا دنا۔ سینا۔ پروناس کھایا  
 جاتا ہے۔ موسیقی کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے  
 مدرسے کے کتب خانے میں پڑھانی نہار کتا ہیں نہیں۔ جو  
 ابھرے ہوئے حروف میں حصی ہوتی ہیں۔ اس مدرسہ اور  
 دیگر قسم کے دیگر مدارس سے اس درجے کے لوگ تعلیم

پاک نکلے۔ کہ آنکھ والے بھی ان کی قابلیت کا مقابلہ نہیں کر سکتے  
ان میں سے بعض نہایت نامور پروفیسر گذرے ہیں جن کی  
شهرت آج تک ضرب المثل ہے ہے ہے ۔  
ایک کمیٹی خاص اندھوں کی تعلیم اور آن کی اعانت کے  
لئے فائم سمجھے ہے۔ ڈیڑھ لاکھ فرنک اس کا سرمایہ ہے۔ اور قریباً  
۲۲ ہزار فرنک سالانہ امردی ہے۔ یہ تمام رقم اندھوں کی  
تعلیم و تربیت و دیگر صدوری مصارف میں صرف کی جاتی ہے  
اس وقت اس کمیٹی کے ۸۵۰ ممبر ہیں۔ اور روز بروز تعداد  
ممبروں کی ٹرستی جاتی ہے۔ اندھوں کے لئے متعدد اخبارات  
بھی ہیں۔ جن میں سے ایک بالکل ابھرے سے ہوئے حروف  
میں چھپتا ہے ہے ہے ۔

اس سے زیادہ تعجب انگریز گوںگوں کا مدرسہ ہے مصنف  
کا بیان ہے۔ کہ میں نے جس وقت آن کی تعلیم کی کیفیت  
دیکھی۔ توجیہت زدہ رہ گیا۔ پروفیسر پاشاگرد ملکہ کے اشارے  
سے بالکل کام نہیں لیتے۔ اور باوجود اس کے ہر قسم کے  
مختالیں کی تعلیم ہوتی ہے۔ مصنف نے سمجھا تھا۔ کہ بلند  
آوازی سے کام لیا جاتا ہو گا۔ چنانچہ اس نے پُکار پُکار کر گوںگوں

سے باتیں شروع کیں۔ یہاں جس قدر وہ زیادہ چلاتا تھا۔ گونگے اور زیادہ سنتے ہے عاجز رہتے تھے۔ آنحضرت و فیسر نے ان سے گفتگو کر لئے کا طریقہ بتایا۔ اور اس وقت جو کچھ آن سے کہا چاتا تھا۔ اور صاف سمجھتے جاتے تھے۔ اس میں زیادہ تر لحاظ ہوتوں کی حرکت کا ہے۔ گونگے ہونٹوں کی حرکت پر خیال کرتے ہیں۔ اور بات سمجھتے جاتے ہیں۔

تعجب یہ ہے۔ کہ سالانہ جلسوں میں یہ گونگے یا کچڑا اور اپیچین دیتے ہیں۔ اور ہر قسم کے مطالب کو صرف اشاروں سے ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۸۹۲ء میں جب پروفیسر دیوپنی کی سالگرہ کا جلسہ ہوا۔ تو صدر انجمن مسٹر کوشفر تھا۔ جو اسی مدرسے کا تعلیم یافتہ انجینئر تھا۔ اور بالکل گونڈگا تھا۔ کھانے کے بعد مسٹر کوشفر نے اکیل میں اپیچ دی۔ جس میں دیوپنی کے تمام کارنامے بیان کئے۔ اس کے بعد اوروں نے اپیچین دیں۔ یہ تمام اپیچین صرف اشاروں کے ذریعے سے دی گئیں۔ اور مت معاصرین بخوبی سمجھتے تھے پ

فیضی اور خیرت کا جو عمدہ طریقہ یہاں اور یورپ کے تمام ممالک میں جاری ہے۔ وہ خاص کر لحاظ کے قابل ہے

ایشیانی محلک فیاضی کے لئے مشورہ ہیں۔ لیکن فیاضی کا طریقہ  
ایسا ابتر ہے جس کی وجہ سے قوم کی قوم گدا فی اور دریوزہ  
گری میں مبتلا ہو گئی ہے۔ اچھے خاصے۔ تو ان اور مفہومی  
بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ مولوی۔ صوفی۔ درویش نذر نیاز  
کے بہانے سے بے تکلف گدا فی کرتے ہیں لیکن یورپ کا  
طریقہ بالکل جدا ہے۔ کوئی شخص کسی شخص کے آگے دست طلب  
و راز نہیں کرتا۔ نہ کوئی شخص کسی خاص شخص کو کچھ دے سکتا۔ جو  
کچھ جس کو دینا ہوتا ہے۔ خیراتی کارخالوں کے حوالہ کرتا ہے  
وہاں نہایت احتیاط کے ساتھ وہ رقم ان لوگوں کو پہنچادی جاتی  
ہے۔ جو درحقیقت متحق ہوتے ہیں۔ فرانس میں اس قسم کی  
کپنیاں اور خیراتی کارخالے جس کثرت سے ہیں۔ ان کا شمار  
نہیں ہو سکتا۔ مصنف نے بہت کمیوں کے نام لئے ہیں  
جن کی عرضیں مختلف ہیں۔ مثلاً یہیں کی پروردش۔ غریب حاملہ  
عورتوں کی مدد۔ بیکار پیشہ دروں کے لئے کام کی تلاش۔ کنوواری  
عورتوں کے لئے شادی کا انتظام۔ وغیرہ وغیرہ جن کی مجموعی تعداد  
۴۳۵ ہے۔ لیکن با وجود اس کے قوم میں گدا گری کی صفت کا  
شامبہ تک نہیں پایا جاتا ۔

ہمپتین کا ذکر مصنف نے سہایت حضرت و افسوس کے شروع کیا ہے۔ سرحد میں داخل ہوتے ہی مصنف کے دل میں اس شان و شوکت کا خیال تازہ ہو گیا ہے۔ جو اس ملک کو اسلام کے عمدہ میں حاصل تھا۔ اسلامی عمدہ کی ترقیاں غطہ و شوکت۔ نزاکت اور تکلف کے حلوبے جا بجا اب بھی نظر آتے ہیں۔ اور مصنف ان کو دیکھ کر بیتاب ہو ہو جاتا ہے۔ غرناطہ کے قصر حمراء میں پہنچ کر اس پر بالکل حیرت طاری ہو گئی۔ اور باوجود اس کے کوہ لندن اور پیرس کی عجیب و غریب عمارتیں دیکھ چکا تھا۔ تاہم حمراء نے دفعۃ ان سب کو دل سے چھڑا دیا۔ اس موقع پر مصنف کے خاص الفاظ یہ ہیں۔ وَلِعِلْمِ اللَّهِ أَنْخِي مَا رَأَيْتُ فِي طُولِ سِيَاحَاتِي شَيْئًا أَدْقَ وَأَلْقَنَ وَأَجْمَلَ وَأَكْمَلَ صَمَارِيَتَهُ فِي هَذِهِ الْمَدِينَةِ۔ یعنی خدا جانتا ہے کہ میں نے اس تمام سفر میں کہیں ایسی دقیقہ الصنعت استادانہ خوبصورت عمدہ تر چیزیں نہیں دیکھیں۔ جیسی اس شہر میں دیکھیں۔

اس کے بعد مصنف نے فخر کے جوش میں آکر مسلمانوں کے عمدہ کی ترقی و تہذیب کی مختصر و استان بخہی ہے۔ پھر

اسلام کی بے تعصی اور عیسائیوں کے تعصیب کا موازنہ کیا  
ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے جب اس ملک کو فتح کی۔  
تو عیسائیوں کے تمام حقوق اور مذہبی ارکان برقرار رہنے دیئے  
پر خلاف اس کے حب وہ عیسائیوں کے قبضے میں آیا۔ تلویز پ  
کے حکم سے مذہبی مجلسیں قائم ہوئیں۔ جن کے فیصلوں کے  
مطابق ہزاروں لاکھوں تعینات آگ میں جلا دی گئیں۔ اس  
کے ساتھ ہزاروں زندے ہلکا ہو گئے۔ اور اگرچہ غرباط  
کی نیخ کے وقت صریح معاهدہ ہو رکا تھا کہ مسلمانوں کے  
مذہب سے تعریض نہ کیا جائے گا۔ تاہم جب جبرل شمینس شر  
میں داخل ہوا۔ تو اس نے شر کے تمام مسلمانوں کو بزرگ عیسیٰ  
بنانا چاہا۔ چنانچہ پچاس ہزار مسلمان زبردستی عیسائی بنائے گئے  
اس پر بھی اتفاق نہیں کیا گیا۔ بلکہ جبرل ترکماودا نے حکم دیا کہ چونکہ  
یہ دل سے عیسائی نہیں ہوئے۔ اس لئے ان کو بالکل برباد کر  
دینا چاہیے ہے۔

مصنف نے اس بات کو منایت خوبی سے بیان کیا ہے  
کہ مسلمانوں کے عہد میں اس ملک کو جور و لق اور عروج حاصل تھا  
اب اس کا عثیر عثیر بھی نہیں۔ مسلمانوں کے عہد میں اس کی

مردم شماری چار کروڑ تھی ۔ اب صرف ایک کروڑ ستر لاکھ ہے ۔ زمینیں  
اکثر ویران پڑی ہیں ۔ اور معاش کے وسائلِ نہایت کم ہیں مصنف  
لکھتا ہے کہ قلت آبادی اور کثیر ویرانی کے اسباب ہیں  
سے صرف یہ سبب لکھنا کافی ہوگا ۔ کہ فلپٹانی نے چھ لاکھ  
مسلمانوں کو ایک دم سے جلاوطن کر دیا ۔ جو سب کے سب  
کاشتکار تھے ۔ اور جن کی بد ولت زراعت کو نہایت ترقی  
تھی ۔

آخر میں مصنف لکھتا ہے کہ اگرچہ عرب اس ملک میں  
نہیں رہے ۔ لیکن ان کی یادگاریں ہر جگہ موجود ہیں ۔ ملک میں  
جو قوانین اور انتظامات جاری ہیں ۔ ان میں اسلامی قوانین کے  
آنہر موجود ہیں ۔ یہاں تک کہ لوگوں کے اخلاق و عادات میں  
عرب کے اخلاق و عادات کی جھلک پائی جاتی ہے ۔ تمام  
یورپ کے بخلاف یہاں کے لوگ بیگانہ لواز و مہماں پرست  
ہیں ۔ یہ لوگ اجنبی آدمیوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے  
پیش آتے ہیں ۔ اور ہر کام میں اس کی اعانت کرتے ہیں ۔  
محض یہ کہ یورپ کے سو ملکوں میں اور اس ملک میں صریح فرق  
معلوم ہوتا ہے ۔ اور یہ فرق اتنی اخلاق کے لحاظ سے نہیں

جو خاص عرب کے اخلاق ہیں ۔ شعر

عالم رہتی و از فغان ما پرست

شند عن دلیب حاک و حمین از لفاف پرست

## فن طب اور اس کے ابتدائی مشاہیر

طب کی ابتدایوناں میں اسقلیپس سے ہوئی ۔ یونانیوں نے اس کو ابوالطب کا نقیب دیا تھا ۔ اور ان کا خیال تھا ۔ کہ اس پر خدا کی طرف سے یہ فن الہام ہوا تھا۔ اسقلیپس نے اپنی اولاد کو زبانی اس فن کی تعلیم دی ۔ اور وصیت کی ۔ کہ یہ فن خاندان سے باہر نہ جانے پائے ۔ اس کے خاندان میں بڑے بڑے نامور حکماء اور طبیب گذرے ۔ اقليیدس افلاطون سولن وغیرہ اس کے خاندان سے تھے ۔ سولہویں صدی میں تقریباً حضرت یحییٰ سے پاشورس پہلے بفرات پیدا ہوا ۔ اور یونانیوں میں وہ پہلا شخص ہے ۔ جس نے اس فن کو مرتب کیا ۔ اور کتابیں لکھیں ۔ طب کی تعلیم کو عام بھی آسی نے کیا ۔ ورنہ اس سے پہلے بجز اس خاندان کے کوئی شخص اس فن کو حاصل

نہیں کر سکتا تھا۔ بقراط کے بعد جالینوس پھاس فن کا خاتمه ہو گیا۔ یونانیوں کے نزدیک فن طب کے آثار کان نہیں اول استقلیلیس اور آخر جالینوس ان کے نیچے میں عورس ہیں۔ برمانیس افلاطون۔ استقلیلیس دوم اور بقراط تھے۔ ان لوگوں کے سوا اور بھی بہت سے صاحب تصنیف اطباء کے لیکن وہار کان فن نہیں کہے جا سکتے۔

مسلمانوں نے طب کے اس تمام سرمایہ کو عربی زبان میں منتقل کیا۔ اور چونکہ بقراط و جالینوس نے اس فن کو درحقیقتِ نہایت کمال کے رتبہ پر پہنچایا۔ اس لئے ان کی تصنیفات پر زیادہ توجہ کی۔ بقراط کی طرف الگچہ بہت سی کتابیں منسوب ہیں۔ لیکن ان میں سے سکتا ہیں قطعی طور سے اسکی تصنیفات کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ یہ سب ترجمہ کی گئیں۔ اور ان میں سے اس قدر مقبول و مستراول ہو گئیں کہ درمیں داخل ہو گئیں۔ ابن ابی اصبعیغہ نے ان کتابوں کے علاوہ بقراط کی اور صبغت سی کتابیں گنوائی ہیں جن کا شمار ۵۰ تک پہنچتا ہے لیکن مصنف مذکور کا بیان ہے کہ ان میں بعض مشتبہ ہیں۔ بقراط کی ترجمہ شدہ تصنیفات میں سے جن کے مترجموں کا نام ہم تفصیل

سے معلوم کر سکتے ہیں۔ ان کی تفصیل حب ذیل ہے ۔

| نام کتاب    | مضمون                                                                                                                       | مترجم                           | کیفیت                                                                    |
|-------------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|---------------------------------|--------------------------------------------------------------------------|
| عبدالقراط   | جنین حبیش اول الذکر نے<br>شرائط بناءً میں عیسیٰ بن حبیش سریانی میں اور<br>جن کے بغیر کسی کو<br>فن طب نہیں پڑھانا<br>چاہئے ۔ | اس میں بفرط لئے وہ<br>جنین حبیش | عمر بن قرقاط                                                             |
| فصل         | محمد بن موسے<br>حین                                                                                                         | تمام مسائل طبیہ کا<br>خلاصہ ہے  | محمد بن موسے<br>شاکر کے میں<br>ترجمہ کی گئی ۔<br>رسات مقالوں<br>میں ہے ۔ |
| قوعۃ المراد | علیہ ملت صرض کا<br>میان ہے                                                                                                  | عنین و<br>تین مقالے میں         |                                                                          |

| نام کتاب                      | مضمون                                     | مترجم                                                   | کیفیت                       |
|-------------------------------|-------------------------------------------|---------------------------------------------------------|-----------------------------|
| الا مراض الحاده غذا فصل - سهل | اس کتاب کے پانچ عیسیے بن وغیرہ کا بیان ہے | عیسیے بن متعالوں میں سے<br>یحییٰ                        | اصراحت الحاده غذا فصل - سهل |
| كتاب السكر                    | ہڈیوں کے دٹنے خلین                        | چار مقام لے                                             | والجبر                      |
| ابیدیکمیا                     | اور جوڑنے کا بیان ہے                      | عیسیے بن<br>یحییٰ                                       |                             |
| الخلاط                        | "                                         | اس کتاب کا ترجمہ<br>احمد بن موسے شاگر<br>کے حکم سے ہڈاہ |                             |

کیفیت

مترجم

مصنون

نام کتاب

محمد بن موسے شاکر  
کے حکم سے

حنین

اعمال بد کا بیان

فاطیط طریق

حنین جبیش

مختلف ملکوں کی

والہوا آب و ہوا کی  
تماثیلبدن کی ترکیب کا  
بیان

طبعیۃ الانسان

جالینوس<sup>۵۹</sup> میں پیدا ہوا اور ہند سے دھاپ پڑنے  
کے بعد سترہ برس کی عمر میں طب کی تحصیل شروع کی اور

سلہ بقاراط کی ان تصنیفات اور ان کے علاوہ اور تصنیفات کے مضامین کو متوخ  
یعقوبی اور ابن ابی ابیعہ نے منایت تفصیل سے لکھا ہے ۔ ۱۷

اس کی تکمیل کے لئے ایتھینسز - سائپرس داٹلی - اسکندریہ وغیرہ کا سفر کیا۔ اس نے فن طب کے متعلق بہت سے نئے مسائل دیافت کئے۔ اور اس فن کو اس حد تک پہنچا دیا۔ کہ اسلام کے دور تک اس پر کچھ اضافہ نہ ہو سکا۔ مسلمانوں نے اس کی تصنیفات بھی پہنچانے اور ترجمہ کرنے میں بے انتہا کوشش کی۔ ایک کتاب البرهان کی تلاش میں جزیرہ ر شام فلسطین۔ مصر کے ہر ایک شہر کی خاک چھافی گئی۔ تصنیفات کے پتہ لگانے میں بڑی آسانی یہ ہوئی کہ جالینوس نے اپنی تصنیفات کی خود ایک فہرست لکھی تھی۔ اور اس کا ترجمہ کر لیا گیا تھا۔ مترجمین میں سے حنین بن اسحاق نے اپنی تمام زندگی اسی کی تصنیفات کے ترجمے میں صرف کر دی۔ چنانچہ اس نے اپنی ایک تصنیف میں جالینوس کی ۱۷ کتابوں اور رسالوں کا نام مع تصریح مصایبین لکھا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ یہ تمام کتاب میں عربی میں ترجمہ کر لی گئیں۔

لہ جالینوس نے اپنے حالات آپ نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ چنانچہ ابن ابی اصیعہ نے اس کے حوالے سے نہایت دلچسپ واقعات اپنی تاریخ میں جمع کئے ہیں۔

علامہ بن ابی اصیلیعہ نے حنین کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ ”اس وقت حنین کی عمر ۸۴ برس کی تھی۔ اور اس وقت اسقدر کتابیں اس کو سہم پہنچ کیں۔ اور چونکہ حنین نے جالینوس کی اور تصنیفات بھی حاصل کی ہوں گی۔ اس کے بعد علامہ اصیلیعہ نے لکھا ہے کہ میں نے خود جالینوس کی بہت سی کتابیں عربی زبان میں لکھیں جس کا ذکر حنین نے اپنی فہرست میں نہیں کیا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف نے ان کتابوں کے نام تفصیل سے لکھے ہیں۔ جن کی تعداد ۳۶ ہے۔ جالینوس نے بقراط کی اکثر کتابوں کی ترجمہ لکھی ہے۔ ان کا ترجمہ بھی عربی میں کیا گیا۔ چنانچہ بقراط کی جس قدر کتابوں کا نام اور مذکور ہٹوا۔ جالینوس کی سب پر تشریحیں ہیں۔ اور سب کا ترجمہ عربی میں موجود ہے ہر حال اس میں شے ہ نہیں۔ کہ جالینوس کی تصنیفات جس قدر اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ ایک ایک کر کے ترجمہ کی گئیں۔ جن کتابوں کے متعلق ہم زیادہ تفصیل معلوم کر سکے۔ ان کا ایک مختصر نقشہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(نقشہ صفحہ ۱۰۵ پر ملاحظہ ہو)

| نام کتاب         | مضمون      | مترجم | کیفیت          |
|------------------|------------|-------|----------------|
| كتاب الفرق       |            | جینین | "              |
| الضاعة           |            | "     | "              |
| كتاب النبض       |            | "     | "              |
| شفاء الامراء     |            | "     | "              |
| مقالات خمس       | شرح میر به | "     | "              |
| اسطقطات          | اربع عناصر | "     | "              |
| كتاب الزراث      |            | "     | "              |
| القوى الطبيعية   |            | "     | "              |
| العدل والاعرض    |            | "     | "              |
| تعرف على الاعضاء |            | جیش   | "              |
| الباطنية         |            |       |                |
| كتاب النبض       |            | جینین | سولہ مقالے ہیں |
| اللکبیر          |            | "     |                |
| كتاب الحمايات    |            | "     |                |
| ال مجران         |            | "     | یمن مقالے ہیں  |

| نام کتاب | مضمون | مترجم | کیفیت |
|----------|-------|-------|-------|
|----------|-------|-------|-------|

|                    |               |       |                         |
|--------------------|---------------|-------|-------------------------|
| ایام الہجران       | نین مقالے میں | مترجم | کیفیت                   |
| تمہیرۃ الصحاء      | "             | جیش   | چھ "                    |
| حیله البر          | "             | "     | سہ مقالے میں پہلا مقالہ |
| حینین نے درست کیا۔ | "             | "     | حینین نے درست کیا۔      |

یہ تمام کتابیں قدیم زمانے میں اسلامی درس گاہوں کی نصاب تعلیم میں داخل تھیں۔ ان کے سوا جالینوس کی اور تصنیفات حسب ذیل ہیں:-

|                             |                     |     |               |                             |
|-----------------------------|---------------------|-----|---------------|-----------------------------|
| کتاب الشریع                 | شرح کا              | جیش | ۵۱ مقالوں میں | کتاب الشریع                 |
| البکیر                      | بیان ہے             | "   | ہے۔           | البکیر                      |
| اختلاف الشریع               | "                   | "   | دو مقالے میں  | اختلاف الشریع               |
| تشریح الحیوان المیت         | مردہ جانور کی تشریح | "   | ایک مقالہ ہے۔ | تشریح الحیوان المیت         |
| تشریح الحیوان زندہ جانور کی | زندہ جانور کی       | "   | ۲ مقالے       | تشریح الحیوان زندہ جانور کی |
| الحے                        | تشریح               | "   | "             | الحے                        |

| نام کتاب             | مضمون                         | مترجم           | کیفیت                                                                  |
|----------------------|-------------------------------|-----------------|------------------------------------------------------------------------|
| علم البقراط بالمشترح | جیش ۵ مقالے                   | "               | "                                                                      |
| علم رسطون فی المشترح | "                             | "               | "                                                                      |
| تشیخ الرحم           | بیل صطفن                      | "               | "                                                                      |
| حرکات الصدر الرئیس   | جنین نے ترجمہ کی<br>اصلاح کی۔ | اصطفن بن        | ۷ مقالے                                                                |
| عمل نفس              | بیل                           | جنین            | یہ کتاب محمد بن<br>عبدالملک الزیات<br>کے لئے ترجمہ<br>کی گئی۔ ۴۰ مقالے |
| کتاب الصورت          | جنین                          | عبدالملک الزیات | جنین نے اصلاح<br>کی۔                                                   |
|                      |                               |                 | ۱ مقالہ                                                                |

| نام کتاب             | مضمون | مترجم    | کیفیت            |
|----------------------|-------|----------|------------------|
| كتاب الحجارة والمنبر | .     | اصطفن    |                  |
| كتاب العادات         | .     | جيش      | امقال            |
| آزاد بقراط و فلادن   | .     | "        | "                |
| كتاب الحركات الجميلة | .     | جيدين    | "                |
| كتاب الامتنال        | .     | اصطفن    | "                |
| منافع الاعضاء        | .     | جيش      | "                |
| كتاب افضل المیات     | .     | جيدين    | سریانی و عربی    |
| دو لون میں ترجمہ     | .     | جيش      | دو لون میں ترجمہ |
| خصیب البدن           | .     | جيش      | ہونی -           |
| كتاب سود الزاج       | .     | جيدين    | امقال            |
| المختلف              | .     | جيش      | "                |
| الادمية المفراد      | .     | "        | "                |
| كتاب الاورام         | .     | ابراهیم  | "                |
|                      | .     | بن الصلت | "                |

| نام کتاب            | مضمون | مترجم          | کیفیت      |
|---------------------|-------|----------------|------------|
| كتاب المني          | .     | جيش            | چیلڈ مقالے |
| المولود بعثة اشهر   | .     | حنین           | "          |
| كتاب المرأة السوداء | .     | اصطفن          | "          |
| كتاب وادعة النفس    | .     | حنین           | "          |
| تفہمتہ المعرفۃ      | .     | عیسیے بن ایکھے | "          |
| كتاب الفصل          | .     | "              | "          |
| كتاب الذبول         | .     | حنین           | "          |
| صفات الصبی نصراع    | .     | ابن الصلت      | "          |
| قوسی الانذیہ        | .     | حنین           | "          |
| التدریر الملطف      | .     | "              | "          |
| كتاب انکیموس        | .     | ثابت و شمیلی و | "          |
| كتاب ارسنٹارس       | .     | جيش            | "          |
|                     | .     | حنین           | "          |

| نام کتاب                | مضمون | مترجم            | کیفیت       |
|-------------------------|-------|------------------|-------------|
| تذکرہ طلاق الامر ارض    | .     | جنین             | ۱ مقالے     |
| تذکرہ الادویہ           | .     | جیش الاعجم       | ۱ " ۱       |
| الادویۃ المقابلۃ الادوا | .     | عیسیے بن         | " ۲         |
| كتاب الترائق            | .     | یحییٰ بن البطریق | " ۱         |
| كتاب الی تراسابوس       | .     | جنین             | " ۱         |
| الریاضۃ بالکثرة والصعیۃ | .     | جیش              | ۱ مقالہ     |
| الریاضۃ بالکثرة والبیڑة | .     | "                | " ۱         |
| فی ان الطیب             | .     | جنین             | " ۱         |
| الفضل فیلیسوف           | .     | جیش              | " ۱         |
| كتاب بفرات الصحوۃ       | .     | "                | " ۱         |
| الحث علی تعلیم الطب     | .     | جیش              | " ۱         |
| محنتہ الطیب             | .     | جنین             | " ۱         |
| كتاب البران             | .     | "                | یہی کتاب ہے |

| نام کتاب                                              | مضمون      | منترجم | لیفیت      |
|-------------------------------------------------------|------------|--------|------------|
| تعريف المرء عیوب نفسه<br>کتاب الاخلاق                 | ”تو ما“    | ”جنین“ | ”جنین سخا“ |
| انتفاع الاخیار با عد ائمہ<br>ما ذکر افلاطون فی طیادوس | ”سہ مقاٹے“ | ”جیش“  | ”جیش“      |
| فی ان قوی لہنس<br>تابعۃ المرانج البدن                 | ”ا“        | ”ب“    | ”ب“        |

ان مشهور اطباء کے سوا اور یونانی اطباء کی تصنیفات  
و تالیفات کے بھی ترجمے کئے گئے ۔ مثلًا ارشیجاس جو جالینوس

شہی پوری فہرست ابن النديم کی کتاب سے مرتب کی گئی ہے ۔ محقق و کتب افہرست صفحہ ۲۹۰

سے پہلے تھا۔ اس کی تین کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ کتاب استقام الارم۔ طبیعتہ الانسان۔ کتاب نے النقرس +

**روفس** جالینوس سے پہلے ایک اور برلنامی طبیب گذرے، جس کا نام روفس (Rufus) تھا۔ اس کی ۳۴ کتابوں کے نام علامہ ابن الندیم نے اپنی کتاب میں تفصیل تعل کئے ہیں۔ اور چونکہ علامہ موصوف کی کتاب کا موصوع اسی کتابوں کا نام لکھنا ہے۔ جو عربی زبان میں ترجمہ ہوئیں۔ اس لئے یہ تعمیی ہے۔ کہ ان کتابوں کا ترجمہ کیا گیا تھا سان کے سوا اور جن حکماء کی تصنیفات کے ترجمے ہوئے۔ اُن کے اور اُن کی تصنیفات کے نام حسب ذیل یہیں:-

**نام مصنف**

فیلخولیوس  
(Philebus)  
کتاب من لا یحضره طبیب۔  
درج النقرس۔ کتاب الحصاة  
کتاب الماء الا صفر۔ کتاب  
درج الکبد۔ کتاب قونخ۔  
کتاب الیرقان۔ کتاب خلاق

الرحم - کتاب عرق النساء

کتاب السرطان - کتاب صنعة

تریاق الملح - کتاب غمّة

الكلب - کتاب عملاءات

نقام - کتاب فی القواید

کتاب فیہا یعرص اللذة

الاسنان -

کتاب ابی ابیه - کتاب

ابی ابیه - رسالت فی التشريح

کتاب الاودیہ - کتاب

السبین - اول دو کتابوں

کا ترجمہ جو حین ملنے اور

کتاب الاودیہ کا ترجمہ صطفن

لئے کیا -

- کتاب العدل المثلثة -

- کتاب المکی -

معنی سجھی (بقراط کاشگر) - کتاب البول -

اور بیساوس

(رسالت فی التشريح)

او ارس

انڈاٹن طبیب

معنی سجھی (بقراط کاشگر) - کتاب البول -

**فولیس الاجها نیطی** - کتاب انکناش - کتاب عمل النساء - مترجمہ حنین بن ابی سعید -

**اقرطیون** - کتاب الرزینہ - یہ طبیب جالینوس سے پہلے اور بقراط کے بعد تھا پہلے

**اسکندر روس** - عمل العین و علاجہا - کتاب البرسام - کتاب الحیات والہدایان اللتی تتولہ فی این مترجمہ بن البطریق -

**مورلوس** - کتاب الحقن - مترجمہ اصطلاح اس سلسلے میں ویسقور یہ دس کا نام خاص حیثیت رکھتا ہے۔ وہ جیگم ہے۔ جس لئے دو ادویں اور ہر قسم کی بوئیوں پر اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر ایک بہت بڑی مفصل کتاب لکھی۔ وہ ہمیشہ جنگلکوں اور صحراؤں جزیرہ نما اور در دراز نشامات میں سفر کیا کرتا تھا۔ اور جو دوانی ہاتھ آتی تھی۔ اس کی تاثیر قلمبندگر کرتا تھا۔ اس کی تصویر بھی لکھنپتا تھا۔ جاسینوس کا بیان ہے کہ اودیہ سفر وہ کے

متعلق میں نے سہ آنٹا بیس مختلف مصنفوں کی دیکھیں۔ لیکن ولیفوریدس کی کتاب کو کوئی سنبھال پہنچتی۔ اس کتاب کا ترجمہ اور اس کی تصحیح جس اہتمام سے کی گئی۔ اس کو ہم کسی فدر تفصیل کے ساتھ اور پر لکھ آئئے ہیں۔ ولیفوریدس کی یہ کتاب خود ہماری نظر سے بھی گذراہی ہے۔ تجھب ہے کہ ولیفوریدس کی اس کتاب پر اطباء ما بعد نے کچھ اضافہ سنبھال کیا۔ مسلمانوں میں ابن حجر الجبل اندلسی صرف ایک شخص گذرا ہے۔ جس نے اپنے تجربے سے کچھ دوائیں اس پر اضافہ کیں۔ اور ان کو ایک مستقل کتاب میں قلم بند کر دیا۔

پوناق تعلیم نے چونکہ عام عالمگیری حاصل کی تھی۔ نہ ممکن ممالک میں اس کی شاخیں قائم ہو گئی تھیں۔ اس سلسلے میں اسکندر یہ سب سے زیادہ ممتاز ہے۔ پیاس سات بڑے بڑے نامود طبیب پی۔ اہوئے۔ جنہوں نے طب یونانی کو سہت ترقی اور وسعت دی۔ ان لوگوں نے جالینوس کی اکتابوں کو خاص کر یا سخا۔ اور ان کے خلاصے اور شرچیں بھی تھیں۔

قرآن سے معالوم ہوتا ہے کہ ان شام حکماء کی تصنیفات عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ علامہ ابن ابی اصیبیعہ نے طبقات الاطباء میں فکھا ہے۔ کہ ”آن شام شرحون میں یہی نے جس کو سب سے بڑھ کر پایا۔ وہ جالینوس کی شرح ہے اس شرح سے اس کا سنبھالت فضل و کمال ثابت ہوتا ہے۔“ ان میں سب سے اخیر سمجھیے سخوں تھا۔ جس کا مختصر ذکر فلسفہ کے بیان یہیں ہو چکا ہے۔ وہ فلسفہ اور طب یہیں نہایت کمال رکھتا تھا۔ اور اسکندریہ میں بشپ کے عہد پر ممتاز تھا۔ قیصر روم نے اس کو قسطنطینیہ میں پلا یا تھا۔ اور چونکہ فرنٹاپ میں کوئی شخص اس کا ہمسرنہ تھا۔ دربار میں نہایت قبول حاصل ہوا۔ اور مدحت تکفہ قسطنطینیہ میں رہا۔ اس نے جالینوس کی۔ اکتا اور پرکشہ میں لکھیں۔ جو سب عربی میں ترجمہ کی گئیں دا بن ابی اصیبیعہ نے ان سب کے زام تفصیل سے لکھے یہیں۔ لیکن یہیں بہجانہ اختصار تکمہ انداز کرتا ہوں :-

اہل پاٹے اسکندریہ کے معاصر شام و روم میں بھی بہت تے نامی اطباء ہے تھے۔ مثلاً شمعون۔ اہر ان۔ یوحنّا

انطبیں - بر طلا دس - سندھ شیار - کھلمان - اوساس یونیوں  
بیر دتی - سیبورخنا - فلاخوسوس - عیسے - سریس - اطنوں  
غلفوریوس وغیرہ وغیرہ ۶

ابن ابی اصیبعہ نے مذکورہ بالاطبیوں اور ان کی تصنیفات  
کے نام لکھ کر لکھا ہے۔ کہ ان حکیموں کی اکثر تصنیفات اس  
وقت موجود ہیں۔ اور ابو بکر رازی نے اپنی کتاب میں  
جس نام حادی ہے۔ اکثر ان کتبوں سے نقل کیا  
ہے ۷

## جزیرہ اور اسلام

اسلام نے جو انتظام فائدہ کیا۔ اُس کی صورت سے ہر سلمان  
نو جی خدمت کے لئے مجبور کیا جا سکتا تھا۔ یہ قاعدہ کچھ  
آسان قاعدہ نہ تھا۔ اور لوگ اگر فرائحی اُس سے نپھتے  
کا حیلہ پا جاتے تھے۔ تو اُس سے فائدہ اٹھانا چاہتے  
تھے۔ چنانچہ ایک بار جب جزیرہ سنی میں مکتب کے  
علم اس بہر سے بر سی کر دئے گئے۔ تو سینکڑوں آدمیوں

لئے اور کامِ مخصوص کر کر پیشہ اختیار کر لیا۔

اس لحاظ سے کل مسلمان فوجی خدمت رکھتے تھے۔

اور ضرور تھا کہ وہ جزیہ سے اسی طرح بر سری رہیں۔ جب طرح

لوشیر وال عادل نے عموماً اہل فوج کو اس (جزیہ) سے بر سری رکھا

تھا۔ لیکن غریب ندہب والے جو اسلامی حکومت کے مانت

تھے۔ اور جن کی حفاظت مسلمانوں کو کرنی پڑتی تھی۔ ان لوگوں

خدمت پر مجبور کرنے کا اسلام کا کوئی حق نہ تھا۔ نہ وہ لوگ ایسی

چرخ طر خدمات کے لئے راضی ہو سکتے تھے۔ اس لئے ضرور

تھا کہ وہ اپنی محافظت کے لئے کوئی معاوضہ دیں۔ اسی معاوضہ

کا نام جزیہ تھا۔ جو فارسی لغت سے مغرب کیا گیا تھا لیکن اگر

کسی موقع پر غیر قوموں نے فوج میں شرکیں ہونا یا سٹرکت

کے لئے آمادہ ہونا گوارا کیا۔ تو وہ جزیہ سے بر سری کر دیا گیا جیسا

کہ ہم آئندہ تاریخی شہادت سے ثابت کر سکے۔

جزیہ کا معاوضہ حفاظت ہونا۔ علمی و عملی طور سے ہمیشہ

مسلم رہا۔ اور سچ یہ ہے کہ اسی خیال نے اکثر اہل لغت کو

اس طرف متوجه نہ ہونے دیا۔ کہ جزیہ فارسی زبان کا لفظ ہے۔  
وہ سمجھے۔ کہ یہ لفظ اجزاء سے نکلا ہے۔ جس کے معنے بدلتے  
کے ہیں۔ اور چونکہ یہ بھی ایک معاوضہ اور بدل ہے۔ لہذا  
اس مناسبت سے اُس کا نام جزیہ رکھا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و خلفاء راشدین کے  
جو معاہدے سے تاریخوں میں منقول ہیں۔ ان سے عموماً پایا جاتا ہے  
کہ جزیہ ان لوگوں کی حفاظت کا معاوضہ تھا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والی ایسی کو جو فرمان جزیہ کا ستحیر مرغبا  
اس میں یہ الفاظ مندرج فرمائے بیکھظدار یمنعوا۔ یعنی ان  
لوگوں کی حفاظت کی جائے۔ اور دشمنوں سے بچائے جا پڑا  
حضرت عمرؓ نے وفات کے قریب جو نہا بیت ضرور میں ڈیندیں  
کیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی۔ کہ غیر مذہب والے جو ہماری  
رعایا ہیں۔ وہ خدا اور رسولؐ کی ذمہ داری میں ہیں اور مسلمانوں  
کو ان کی طرف سے ان کے دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس  
موقع پر ہم بعض معاہدات اصلی الفاظ میں تقلیل کرتے ہیں۔

جن سے نہایت صاف اور مصروف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ  
جز یہ صرف حفاظت کا معادلہ لکھتا ۔ اور غیر مذہب والے جو  
مسلمانوں کی رعایا کر سکتے ۔ یہی سمجھ کر یہ معادلہ داکرتے  
تھے ۔

یہ خالد ابن الولید کی تحریر ہے ۔ صلوٰیا بن نسطونا و راس کی  
قوم کے لئے میں ۔ نے تم سے معاملہ کیا ۔ جز یہ اور حفاظت پر  
پس منہاری ذمہ داری اور حفاظت ہم پر ہے ۔ جب تک ہم  
منہاری حفاظت کریں ۔ ہم کو جز یہ کا حق ہے ۔ ورنہ نہیں سلسلہ  
پارہ صعفر پیس لکھا گیا ۔

عملاً ان اسلام نے عراق عرب کے اضلاع میں وہاں کے  
باشندوں کو جو عہد نامے لکھے ۔ اور جن پر بہت سے صحابہ کے  
وستخط تھے ۔ ان کے ملقط الفاظ یہ میں ۔

ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اس تعداد کا جز یہ دینا  
قبول کیا ہے ۔ اور جن پر خالد بن ولید نے ان سے مصالحت  
کی ہے ۔ یہ برات نامہ ہے ۔ حال اور مسلمانوں نے حسنه اد  
پر صلح کی ۔ وہ ہم کر وصول ہوئی ۔ جو شخص حالہ کی صلح کو باری  
چاہے ۔ اس کو تم لوگ مجبور کر سکتے ہو ۔ بشر طیکہ جز یہ ادا

کرتے رہو۔ نہیں اسی اماں اماں ہے۔ اور نہیں اسی صلح صلح  
ایعنی جس سے تم صلح کرو۔ ہم بھی صلح کریں گے۔ اور جس کو تم  
اماں دو گے۔ ہم بھی اماں دیں گے، اس کے مقابلے میں عراق  
کی رعایا لئے پتھر پکھی ہے۔

ہم نے وہ جزیہ ادا کر دیا۔ جس پر خالد سے معاہدہ کیا تھا۔  
اس شرط پر کہ مسلمان اوزیر اور نquam قومیں اگر ہم کو گزندہ پہنچانا  
چاہیں۔ تو جماعت اسلام اور ان کے افسر ہماری حفاظت کے  
ذمہ دار ہوں ہے۔

ان تحریری معاہدوں کے علاوہ جہاں جہاں صحابہ ہے تو  
دعاوت اسلام کی۔ جزیہ کی نسبت بھی خیالِ ظاہر کیا۔ مثلاً ۱۲۷ھ  
میں یزودگرد کے پاس جب صحابہ گئے۔ تو نعیان بن مقرن نے  
جو سفارت کے سردار تھے۔ گفتگو کے خاتمے پر کہا۔ وانْ الْقَيْمُونَا  
بِالْجَزَاءِ قَبْلَنَا وَمَنْعَنَا كم۔ یعنی اگر جزیہ ادا کرنے کے ذریعہ  
سے جان بچاؤ گے۔ تو ہم قبول کریں گے۔ اور تم کو نہیں اے  
و شمنوں سے بچا لیں گے۔ یا حب سپر سالار فارس سے گفتگو  
ہوئی۔ تو خدیفہ بن محسن نے کہا۔ ادالجزا و منعکمان حکم  
الى ذالک۔ یعنی جزیہ دو۔ اس صورت یہیں جب تم کو صڑوت

ہوگی۔ تو ہم نہ ساری حفاظت کریں گے۔ معاہدے سے اور تقریبیں صرف زبانی باتیں نہ تھیں۔ بلکہ ہمیشہ اس پر عمل کیا گیا۔

ابو عبیدہ جراح لے شام میں جب مستواز فتوحات حملہ کیں۔ تو ہر قلی لے ایک غطیم الشان فوج مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیار کی۔ مسلمانوں کو اس کے مقابلے میں بڑی مستعدی سے پڑھنا پڑا۔ اور ان کی تمام قوت و توجہ فوجوں کی ترتیب میں مصروف ہوئی۔ اس وقت حضرت ابو عبیدہ میں افسر فوج لے اپنے عمالوں کو جو شام کے مفتوحہ شہروں پر ماموٰ تھے۔ لیکنہ بھیجا کہ جس قدر جزیرہ و خراج حبیال حبیال وصول کیا گیا۔ سب ان لوگوں کو والپس دیدو۔ جن سے وصول ہوا تھا۔ اور ان سے کہہ دو کہ ہم نے تم سے جو کچھ لیا تھا۔ اس شرط پر لیا تھا۔ کہ نہ سارے دشمنوں سے نہ ساری حفاظت کر سکیں۔ لیکن اب اس واقعہ کے پیش آجائتے کی وجہ سے ہم نہ ساری حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ ابو عبیدہ کے خاص الفاظ جن میں عیسیا یثول سے خطاب ہے۔ یہ یہیں:-

أَغَادِدْنَا عَلَيْكُمْ أَمْوَالَكُمْ لَكُنَّهُ قدْ بَلَغْتَ إِمَامًا جَمِيعَ لِلَّاثَامِنَ الْجَمِيعِ وَإِنَّكُمْ قَدْ اشْتَرَطْتُمْ عَلَيْنَا إِنَّنَا نَمْتَعْكُمْ وَإِنَّا لَا نَقْدِرُ عَلَى

ذالک و قد رد نا علیکم ما اخذ نامنکم۔ عیسائیوں نے  
 مسلمانوں کو دل سے دعا دی۔ اور کہا کہ خدا پھر تم کو ہمارے  
 شہروں کی حکومت دے رہی ہوتے۔ تو اس موقع پر واپس  
 دینا تو درکثار۔ جو کچھ ہما سے پاس تھا۔ وہ بھی لے لیتے چنپا کچھ  
 سب سے پہلے اس حکم کی تعمیل حمص میں ہوئی۔ جہاں حضرت  
 ابو عبیدہ خود مقیم تھے۔ انہیں لئے جبیب بن مسلمہ کو بلا کر کہا  
 کہ جو کچھ ذمیوں سے وصول ہوا ہے۔ سب آن کو واپس کر دو۔ اس  
 کے بعد ابو عبیدہ و دمشق میں آئے۔ اور سوید بن کلثوم کو اس  
 کام پر مقرر کیا۔ کہ ذمیوں سے جس قدر رقم و صعل ہوئی ہے۔  
 سب آن کو واپس کر دی جائے ہے۔

ان سب باتوں سے زیادہ یہ اہر اس دعویٰ کے لئے  
 دلیل ہیں ہے کہ اگر کسی غیر قوم نے فوجی خدمت پر رضا مندی کی  
 ظاہر کی۔ تو وہ اسی طرح جزیرہ سے پری رہے۔ جس طرح خود  
 مسلمان۔

لحدیکھوکتا ب الخزانج غاصی ابو سنت سننہ ۸۱ و فتوح السبلان صفحہ ۱۳۳۔  
 و فتوح الشام از دی صفحہ ۱۲۴۔ ۱۳۳۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں حبوب جہیت بن مسلمہ نے قوم  
جبراہیہ پر فتح پائی۔ تو ان لوگوں نے فوجی خدمتوں میں بوقت ضرورت  
شرکیپ ہونا خود پسند کیا۔ اور اس وجہ سے دہ تکام قوم جزیرہ  
سے بری رہی۔ نہ صرف جبراہیہ۔ بلکہ بہت سے نبھیوں  
اور ان کے مستقبل کی آبادیوں نے یہ امر اختیار کیا۔ اور جزیرہ  
سے بری رہیں۔ خلیفہ والیت باللہ عباسی کے زمانے میں  
وہاں کے عامل نے غلطی سے ان لوگوں پر جزیرہ لگایا۔ تو انہوں  
نے خلیفہ کو اطلاع دی۔ اور وہ بارخلافت سے ان کی  
برات کا حکم صادر ہوا۔ جزیرہ کا معاوضہ حفاظت ہونا۔ اس  
قدر صاف صاف ظاہر کر دیا گیا تھا۔ کہ معاہدوں میں بیان  
تک تصریح کر دی جاتی تھی۔ کہ ذمی اگر صرف ایک سال فوجی  
خدمت میں شرکیپ ہوں گے۔ تو اس سال کا جزیرہ چھوڑ دیا  
جائے گا۔ چنانچہ خود حضرت عمرؓ کے زمانے میں کثرت سے

لہ ایک عیسائی فرم تھی۔ اور شہر جبراہیہ اور اس کے مخالفات میں آباد  
تھی مسجم البدران میں اس مقام کا ذکر تفصیل لکھا ہے ۔  
”تمار سخ کبیر طبری“

یہ معاملہ پیش آیا - عتبہ بن فرقد لئے جب آواز بائیجان فتح کیا تو معاہدے میں یہ الفاظ لکھے ہیں:- علی ان یودوالجڑیتہ علے قدر طاقتہم و من حشر منہم فی ستہ و ضععتہ جزاۓ تلک السنة یعنی صلح اس شرط پر ہوئی کہ جزیرہ ادا کریں ۔ اور شخص کسی سال لاٹاہی میں بلا یا جائے گا ۔ تو اس سال کا جزیرہ معاہدہ رہیا جائے گا ۔

اسی طرح حضرت عمرؓ کے نامے میں جب آسمینیہ کے بعض حصے فتح ہوئے ۔ تو سپہ سالار لئے معاہدے میں یہ الفاظ لکھے ان نیفروں الکل غارتہ و ینفدوں الکل امرتاب اولہہ یعنی راہ الوالی صلاح اعلیٰ ان توضع الجناء عمن احباب الی ذالک و من استغنى عنہ منہم و قعد فعیلیہ مثل صاعدے اهل بازر بائیجان من الجزا، یعنی صالح اس شرط پر ہوئی ۔ کہ یوگ جب راٹی پیش آئے ۔ یا کوئی ضرورت پیش ہو ۔ تو مسلمانوں کے ساتھ شرکیب ہوں ۔ اس صورت میں ان پر جزیرہ نہیں لیا جائے گا ۔ لیکن جس شخص کی ضرورت ہو ۔ اور وہ بیچھے سے تو اس کو آذر بائیجان والوں کی طرح جزیرہ ادا کرنا ہو گا ۔ اسی معاہدے میں یہ نقطہ بھی ہے ۔ اور وہ صفات صفات ہمایے

دعا سے کی توصیح ہے۔ **وَالْحَشْرُ عَوْضٌ مِنْ جَزَّ الْهَمِ**۔ یعنی  
لڑائی میں ذمیوں کا شرکیب ہر ناجزیہ کا قائم مقام ہے۔ خود حضرت  
عمرؓ نے متعدد دفعہ یہ احکام بھیجے تھے کہ اگر کسی ذمی سے  
الفاقيہ کسی موقعہ پر مدد لو تو اس سال کا جز یہ حضور دو۔ حضرت  
عمرؓ کے زملے میں جرجان و عیزہ ممالک میں جو معابرہ ہوا  
اس میں یہ الفاظ تھے۔ **وَمَنْ أَسْتَعْتَابَهُ مِنْكُمْ فَلَهُ حِرَاةُهُ**  
فی مَعْوِنَةٍ عَوْضًا عَنْ حِرَاءٍ۔ یعنی ہم اگر کسی ذمی سے  
اعانت لیں گے۔ تو اس اعانت کے بد لے میں جز یہ حضور دیا  
جائے گا ۹

معابرہات میں یہ تصریح کہ جز یہ کے عوض میں ہم ستمساری  
اندر وینی و بیرونی حفاظت کے ذمہ وار ہیں۔ جبکہ حفاظت پر  
قدرت نہ ہو تو جز یہ کا والپس کر دینا۔ جو تو میں فوجی خدمت پر  
آمادہ ہوں۔ آن کو جز یہ سے بر سی رکھنا۔ کیا ان واقعات کے  
ثابت ہونے کے بعد بھی شبہ رہ سکتا ہے۔ کہ جز یہ کا مقصد

لہ تاریخ کیبر طبری ۹  
تہ کتاب الحزانج امام ابویوسف ۹

وہی تھا جو ہم نے تیسرا بحث کے آغاز میں بتایا ہے کہ  
جنزیہ کے مصارف یہ تھے کہ شکر کی آرائشگی سرحد کی  
حفاظت قلعوں کی تعمیر ان سے بچا تو سڑکوں اور پلوں کی  
تیاری سرنشستہ تعلیم۔ بلے شہہ اس طرح اس خاص رقم سے  
مسلمانوں کو بھی فائدہ پہنچتا تھا اور پہنچنا چاہئے تھا مسلمان  
لڑاؤں میں شرکیں ہوتے جائیں لڑاتے ملک کو تمام  
خطروں سے بچاتے تھے پس جس طرح ان کے جسم و جان  
سے ذمی رعایا مستفید میں شعر

عالم زماستی وازنغان ما پرست  
شد عند لیب خاک و جمین ازل نوا پرست

## دستور است

## صفحہ ۱۲ کا بقیہ مضمون

ہر ایک تعلیم یا فتنہ اصحاب جو آپ کھلائے جاتے ہیں۔ ہر ایک تعلیم یا فتنہ مستورات جو ماں کھلائی جاتی ہے ان کا فرض ہے کہ اپنے پچھے پیچوں کے پاک اور نرم دلوں میں اخلاقی ادبی درستی کا زینج بولنے کے لئے ان کتابوں کو ضرور خریدیں۔

## فہرست کتب

تعلیم نواں کی پہلی و دوسری، تیسرا، اولیٰ نواں۔ فری خالہ  
 انشائے نواں۔ طبیب النساء، انتظام خانہ داری۔ ہنر ہنری  
 کھاتا پکانا۔ قصص الانبیاء۔ سوانح عمری، رسول مقبول صدیع  
 نماز سنتی ماربل۔ خدا پرست بی بی۔ المول موافق۔ دکھیاری لمن  
 دکھیا شہزادی۔ محمود غزلوی۔ شاہ جہان۔ نریدی بیگم۔  
 جہانگیر کی چینی بیگم۔ شہزادی بلغیں۔ اخلاقی گیت۔

باہتمام علک چڑاغدیں ملک نیکست پر مشکل۔ ہلکا کٹکٹہ کسلہ ہو۔